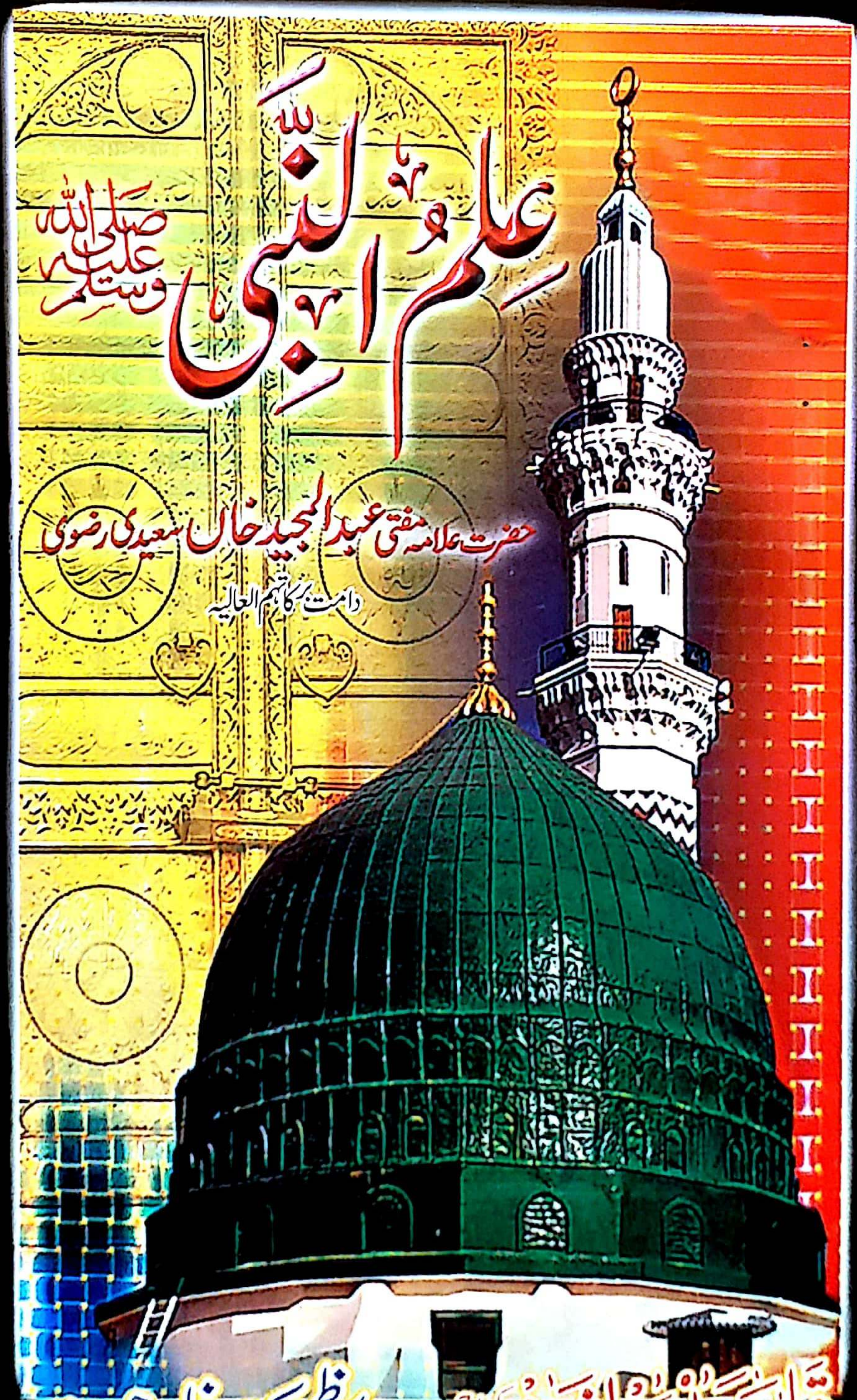
علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم



حضرت علامہ مفتی عبد المجید خان سعیدی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

قادریہ پبلشرز کراچی
کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ

وماھو علی الغیب بضنین

اور وہ (نبی ﷺ) علم غیب پر بخیل نہیں (القرآن)

ترجمہ بابائے غیر مقلدیت امرتسری

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا　　جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

ایک اہلِ تنقیص مبتدع غیر مقلد کے رسالہ ''عالم الغیب کون؟'' کا تابڑ توڑ جواب الموسوم بہ

علم النبی ﷺ

پر اعتراضات کا قلع قمع

از قلم

استاذ العلماء مناظر اہلسنت مفتی اعظم مفتی عبدالمجید خان صاحب سعیدی رضوی

صدر مدرس ومہتم دارالعلوم جامعہ غوثِ اعظم وجامعہ نبویہ وخطیب نوری جامع مسجد

شاہی روڈ رحیم یارخان

قادریہ پبلشرز

5/A کارا بھائی کریم جی روڈ، نیا آباد کراچی۔ فون : 529937

E-mail Address: qadria@cyber.net.pk

اس کتاب سے ہونے والی آمدنی مکمل طور پر
تحقیقی نشر و اشاعت و تبلیغی مصارف کے لئے وقف ہے

کتاب کا نام : علم النبی ﷺ پر اعتراضات کا قلع قمع

مصنف : حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

تصحیح : مولانا سید شاہد علی جیلانی - مولانا سید سمیع اللہ بخاری - مولانا محمد ندیم -

معاون : حافظ محمد ناصر قادری (کراچی) - محمد الیاس سعیدی (رحیم یار خان)

کمپیوٹنگ : ایس اے کمپیوٹرز پاکستان شادی کارڈ سینٹر رحیم یار خان

ٹائٹل کمپوزنگ : محمد رضوان قادری - (الرضا گرافک کراچی) (2214206)

ہدیہ : [redacted])

نوٹ : تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے پھر بھی اغلاط کتابت سامنے آئیں تو مطلع فرمائیں - شکریہ

☆☆☆ مراکز ترسیل ☆☆☆

☆ کاظمی کتب خانہ عقب جامعہ غوث اعظم داتا گنج بخش روڈ رحیم یار خان -
☆ سادات پبلی کیشنز لاہور - ☆ پروگریسو بکس اردو بازار لاہور - 042-7352795
☆ ضیاء الدین پبلی کیشنز نزد شہید مسجد کھارادر کراچی -
☆ مکتبہ البصری کی چھوٹی گئی حیدر آباد سندھ -
☆ مکتبہ اہلسنت برانٹ کارنر چاندنی چوک کراچی -
☆ مکتبہ قادریہ برانٹ کارنر چاندنی چوک کراچی -
☆ مکتبہ رضویہ گاڑی کھاتہ آرام باغ کراچی -
☆ صفہ پبلشرز گلزار حبیب مسجد سولجر بازار کراچی -

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یاحبیب اللہ

حامداً مصلیاً مسلماً امابعد کتاب مستطاب لاجواب علم النبی ﷺ پر اعتراضات کا قلع قمع۔

مولانا عزیز فاضل اجل عالم بے بدل رئیس المحققین استاذ العلماء فخر الصلحاء فی عصرہٖ وحید فی الطبع سعید جناب عزیزم مولانا مفتی عبدالمجیدسعیدی سلمہ المجید فی لقاء الحمید وحفظہ اللہ تعالیٰ من شر کل کرید وعنید کوبعض مقامات سے پڑھنے کا موقعہ ملا کتاب کومحقق پایا اور دلائل قاہرہ سے مزین پایا اور ابطال باطل اور احیاء حق کیلئے مفید پایا، فجزاہ اللہ تعالیٰ خیرالجزا وایدہ اللہ تعالیٰ فی الصبح والمساء بل فی جمیع الاوقات، وحفظہ اللہ تعالیٰ من جمیع السیات

بجاہ سید السادات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات

رقم محمد منظور احمد الفیضی غفرلہ عفی عنہ مہتمم شیخ الحدیث جامعہ الفیضیہ رضویہ و بانی وسرپرست جامعہ فیض الاسلام احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور پاکستان۔

حال خادم الحدیث جامعۃ المدینہ

گلستان جوہر کراچی

۲۶ صفر ۱۴۲۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجمالی فہرست عنوانات کتاب ھذا

نمبر شمار		عنوان	صفحہ نمبر
1		ابتدائیہ، نام و انتساب	6
2	**باب اوّل**	معترض کی علمی پوزیشن نیز اسکی جہالت کے نمونے	7
3	**باب دوم**	معترض کے سیئی الادب ہونے کا بیان	13
4	**باب سوم**	معترض کی کذب بیانی، افتراء پردازی، بدزبانی اور تحریفات کا بیان	18
5	**باب چہارم**	معترض کے اپنے وضع کردہ اصولوں کی زد میں ہونے کا بیان	26
6	**باب پنجم**	معترض کے نام نہاد دلائل کا جامع اجمالی اصولی جائزہ	32
7	**باب ششم**	قرآنی آیات کے حوالے سے معترض کے مغالطات کا ترکی بہ ترکی قلع قمع	46
8		معترض کی پہلی اور دوسری نام نہاد قرآنی دلیل کا قلع قمع	47
9		معترض کی نام نہاد قرآنی دلیل ۳، ۴ اور ۵ کا قلع قمع	49
10		معترض کی نام نہاد چھٹی قرآنی دلیل کا قلع قمع	53
11		معترض کی نام نہاد ساتویں قرآنی دلیل کا قلع قمع	56
12		معترض کی نام نہاد آٹھویں قرآنی دلیل کا قلع قمع	58
13		معترض کی نام نہاد نویں قرآنی دلیل کا قلع قمع	60
14		معترض کی نام نہاد دسویں قرآنی دلیل کا قلع قمع	62
15		معترض کی نام نہاد گیارہویں قرآنی دلیل کا قلع قمع	64
16		معترض کی نام نہاد بارہویں قرآنی دلیل کا قلع قمع	66
17		معترض کی نام نہاد تیرہویں قرآنی دلیل کا قلع قمع	68
18		معترض کی نام نہاد چودہویں قرآنی دلیل کا قلع قمع	70

نمبر شمار		عنوان	صفحہ
19		معترض کی نام نہاد پندرہویں قرآنی دلیل کا قلع قمع	72
20	**باب ہفتم**	علم عطائی کے خلاف نام نہاد دلائل کا قلع قمع	74
21		آیت سورۂ کہف سے استدلال کا قلع قمع	76
22		علم شعر کی تحقیق	78
23	**باب ہشتم**	احادیث سے معترض کے مغالطات کا ترکی بہ ترکی قلع قمع	81
24		حدیث افک کے حوالے سے مغالطہ کا قلع قمع	83
25		واقعہ بئر معونہ کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	94
26		حدیث شاۃ مسمومہ کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	95
27		گمشدگی قلادہ صدیقہ کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	118
28		سریہ عاصم رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	125
29		احادیث سہو در نماز کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	131
30		روایت ماادری مایفعل به کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	135
31		روایت مامنعکم ان تعلمونی کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	143
32		واقعہ قبول اسلام عبداللہ بن سلام کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	147
33		عرش بیت المقدس کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	153
34		نوم ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	160
35		واقعہ نماز خوف کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	164
36		شہد چھوڑنے کے واقعہ کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	170
37		نماز میں پاپوش مبارک اتارنے کے واقعہ کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	176
38		واقعہ نخل کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع	181

نمبر		عنوان	صفحہ نمبر
39	باب نہم	متفرق مغالطات کا ترکی بہ ترکی قلع قمع	189
40		دندان مبارک پر اعتراض کا قلع قمع	190
41		فینا نبی یعلم ما فی غد پر اعتراض کا قلع قمع	191
42		طائف میں تشریف لے جانے پر اعتراض کا قلع قمع	192
43		بتانے سے علم غیب نہیں ہوتا پر اعتراض کا قلع قمع	193
44		وحی پر اعتراض کا قلع قمع	193
45		لفظ علم کی اضافت کے حوالہ سے اعتراض کا قلع قمع	194
45		نہج البلاغہ سے استدلال کا قلع قمع	195
47		حضرت داتا صاحب پر اعتراض کا قلع قمع	196
48		کشف المحجوب کے حوالہ سے اعتراض کا قلع قمع	197
49		علم جبریل علیہ السلام پر اعتراض کا قلع قمع	198
50		علم ملائکہ کرام پر اعتراض کا قلع قمع	198
51		علم خلیل اللہ علیہ السلام پر اعتراض کا قلع قمع	199
52		امام مبین کے حوالے سے علم پر اعتراض کا قلع قمع	200
53	باب دہم	معترض کے آخری اقدام کا قلع قمع	203
54		**جواب چیلنج**	
55		معترض کے بے ڈھب طریق واردات کا قلع قمع	206
56		معترض کا [illegible]	206
57		[illegible]	206

تم فہرس الجزء الاوّل ویلیہ الجزء الثانی انشاء اللّٰہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ ھادی الورٰی

وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ المتأدبین باٰدابہٖ

واتباعہٖ وعلینا معھم اجمعین الیٰ یوم الدین

ابتدائیہ = رسالہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے ہمارے شہر رحیم یار خان کے ایک نو وارد غیر مقلد مطوع کے اس غوغا اور واویلا کا رد ہے جو اس نے اپنے رسالہ "**عالم الغیب کون**"؟ میں اللہ تعالیٰ کے تلمیذ جلیل حضور سید العلمین والعلمین محمد رسول اللہ ﷺ کے خداداد وسیع علم شریف کے خلاف کیا ہے۔ معترض اگرچہ سخت جاہل اور اس کا مذکورہ بالا کتابچہ علمی معیار سے انتہائی ساقط الاعتبار ہے اور اسکے نام نہاد دلائل بھی وہی ہیں جو ماضی میں ہمارے علماء سے کئی بار کئی کئی ماریں کھا چکے ہیں اس لئے وہ چنداں لائق التفات نہ تھا تاہم تحفظ شان نبوت کے فریضہ سے سبکدوش ہونے، بعض کچے اذہان کو گمراہی سے بچانے اور معترض کی تعلیوں کو خاک میں ملا کر اسکی اصل قدر و قیمت اور پوزیشن کو اس پر واضح کرنے کی غرض سے "قصہ زمین برزمین" کے طور پر اس کا جواب لکھ دینا ہی مناسب سمجھا گیا تا کہ ہماری خاموشی کو وہ ہماری عاجزی یا کمزوری پر محمول کر کے اپنے فاتح ہونے کے خواب بھی نہ دیکھ سکے جواب اسے آیا بھی ہی تو وہ یقینا شیطانی ہوگا۔

یہ رسالہ ہذا کا حصہ اول ہے جس میں معترض کے جملہ اعتراضات کا ایک ایک کر کے جواب کے ساتھ ساتھ اسکی جہالات، کذبات، افتراءات، تلبیسات اور خیانات کو بھی طشت از بام کیا گیا ہے اسکے حصہ دوم میں مستقل بنیادوں پر حضور نبی کریم ﷺ کے خداداد علم غیب (عطائی علم) کے بعض دلائل آئیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

نام و انتساب = رسالہ ہذا کا حسب ذیل نام بے ساختہ نوک قلم پر آ گیا

"**علم النبی ﷺ پر اعتراضات کا قلع قمع**"

نے فقیر بصد عجز و نیاز بارگاہ حضور امام الانبیاء ﷺ میں ہدیہ کر کے آپ سے میدان محشر میں شفاعت کا طالب ہو کر یہ کناں عرض پرداز ہے کہ

محشر والے میدان وچ عملاں والے میزان وچ   میں نہ کلہاروواں کھڑا خبراں میڈیاں خود آ لہیں

فقط

غلام بارگاہ   عبدالمجید سعیدی بقلمہ مؤلف ہذا

باب اول

معترض کی علمی پوزیشن نیز اسکی جہالت کے نمونے

اعتراضات بر بناء جہالت ہیں= معترض انتہائی کم علم ہے جسے علم سے دور کا واسطہ بھی نہیں حضور سیّد عالم ﷺ کے علم شریف پر اسکے یہ جملہ اعتراضات اسکی شدید جہالت کا نتیجہ ہیں جس کے لئے۔

نمونہ جہالت نمبر1= اتنا بھی کافی ہے کہ وہ سب سے بڑے مہربان کریم اور لکل شیٔ علیم ربّ کے اسکے کارخانہ ایجاد میں سب سے محبوب تلمیذ اور سب سے بڑھ کر ذی استعداد شاگرد کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ لاعلم ثابت کرنے کے درپے ہے۔ جنہیں چودہ طبقوں کا جامع مفصّل کامل بلکہ اکمل ترین نصاب (قرآن مجید) پڑھایا گیا کہ یہ اعتراضات درحقیقت قرآن بلکہ خود ربّ رحمٰن جلّ جلالہ پر ہیں جو کسی اجہل شخص کا ہی کام ہوسکتا ہے۔

نمونہ جہالت نمبر2= علاوہ ازیں مزید سنیئے کتابچہ کے سرورق پر ایک آیت کا من مانا جملہ ''انّما الغیب للّٰہ '' نقل کر کے اسکا اردو ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔ ''بے شک غیب صرف اللہ کیلئے ہے'' جو نہایت درجہ غلط ہے کیونکہ عربی کے ابتدائی طلباء بھی بخوبی جانتے ہیں کہ ''انّما'' کلمہء حصر ہے جسکا معنیٰ ''بے شک'' ہرگز نہیں اگر اسے کسی ماہر فن سے تلمذ حاصل ہے تو وہ بیشک اس سے تصدیق لے لے کہ ہم اپنے اس موقف میں حق بجانب ہیں یا نہیں؟ اور اگر پوچھنا تقلید قرار پا کر شرک بنتا نظر آنے لگے تو تقلیدی ذریعہ سے ہٹ کر ہی بتادے کہ انّما کا معنیٰ بے شک کا ماخذ کیا ہے؟

نمونہ جہالت نمبر3= علاوہ ازیں اسی کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے

''کوئی بھی ان آیات کو قرآن مجید میں پڑھ کر تجربہ کرے تو حقیقت سامنے آجائے گی''

اقول = یہ بھی اسکی کم علمی کی ایک اور مثال ہے کیونکہ آیات کو پڑھ کر انہیں سمجھا تو جاتا ہے پس ''پڑھ کر تجربہ کرے'' کے چہ معنیٰ ؟ جبکہ اسکی پیش کردہ آیات کو اسکے دعویٰ سے بھی کوئی مطابقت نہیں کماسیاتی۔

نمونہ جہالت نمبر4 = ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو اسی کے صفحے پر ملائکہ کے متعلق لکھا ہے ''وہ ایسی مخلوق ہے کہ جو نہ گناہ کرتی ہے''

اقول = اس عبارت میں ملائکہ کے صرف گناہ کرنے کی نفی مذکور ہے جس سے انکے گناہ کرسکنے کا امکان باقی رہ جاتا ہے۔ جو قطعاً غلط اور معترض کے علمی یُتم کا ثمرہ ہے۔

نمونہ جہالت نمبر5 = مزید سنیئے اسی کے صفحے پر لکھا ہے

''حضرت آدم کی پیدائش کے وقت ملائکہ نے اعتراض کیا'' جوکئی جہالات کا مجموعہ ہے کیونکہ پیدائش کا لفظ عرف میں ماں کے پیٹ سے ولود پذیر ہونے پر بولا جاتا ہے جبکہ سیّدنا آدم علیہ السلام اس سے پاک ہیں آپ کی ولادت قطعاً نہیں ہوئی بلکہ الفاظ قرآنی '' خلقکم من نفس واحدۃ'' کے حوالے سے آپکی خلقت ہوئی ہے۔

ثانیاً = پیدائش کے وقت کے لفظوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملائکہ کا وہ کلام آدم علیہ السلام کے معرض وجود میں آنے کے مرحلہ کے طے فرماتے ہوئے عالم ہستی میں جلوہ فگن ہونے کے وقت تھا یہ بھی غلط اور اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ محقق موصوف تا حال قرآن مجید کے پہلے پارہ کے چوتھے رکوع کی آیت نمبر۳۰ سے بھی قطعی طور پر

نابلد ہے جس میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ ان کا وہ کلام عین خلقت کے وقت نہیں تھا بلکہ اس مرحلہ سے کافی پہلے تھا۔ حیث قال تعالیٰ واذ قال ربك للملئكة انی جاعل فی الارض خليفة الآية

ثالثاً= معترض ملائکہ کے متعلق جو لکھ چکا ہے کہ "وہ ایسی مخلوق ہے کہ جو نہ گناہ کرتی ہے۔ اور اب انہی کے حوالہ سے اللہ کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ "ملائکہ نے اعتراض کیا" جب وہ معصوم ہیں تو اعتراض کیونکر کیا پھر اللہ پر اعتراض گناہ نہیں ؟ فیاللعجب

معترض کی معتمد علیہ تفسیر ابن کثیر میں اس مقام پر ہے۔

وقول الملئكة هذا ليس علے وجه الاعتراض ولا علے وجه الحسد لنبی اٰدم كما قديتو همه بعض المفسّرين وقد وصفهم اللّٰه تعالىٰ بانهم لا يسبقونه بالقول ای لا يا تو نه شيا لم ياذن لهم فيه اھ (ج۱ صفحہ۶۹ طبع قدیمی)

نمونہ جہالت نمبر6= اسی کے صفحہ ۹ پر لکھا ہے = "اگر فرشتوں کو غیب ہوتا" جس کا واضح مطلب یہ ہو رہا ہے کہ فرشتوں پر وہ امر غیب نہیں تھا یعنی وہ اسکو دیکھ رہے تھے حالانکہ معترض اپنے ان لفظوں سے انکے علم کی نفی کرنا چاہتا ہے یا پھر وہ اقرار کرے کہ اسکی یہ عبارت ادھوری ہے جو اسکے "علم" کی مجبوری ہے۔

نمونہ جہالت نمبر7= اسی کے صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے "الملک ۲۵

تا ۶۲' 'الانبیاء ۱۰۸تا۱۰۹' حالانکہ "تا" اسوقت لکھا جاتا ہے جب آیتیں دو سے زیادہ ہوں آیت ایک ہو یا دو آیتیں ہوں تو صرف ان کا نمبر لگانے پر اکتفا کیا جاتا ہے تو اس سے بھی ابنکے مبحث فیہ وصف جمیل پر روشنی پڑتی ہے۔

نمونہ جھالت نمبر8= اسی کے صفحہ ۲۶ پر اپنے بارے میں لکھا ہے! "مسلک اہل حدیث کا عقیدہ ہے" مسلک کا عقیدہ ہے چہ معنیٰ؟ یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ یہاں دراصل لفظ "اہل" مضاف ہے۔ جو محذوف ہے کیونکہ اس عبارت میں لفظ مسلک "اہل حدیث" کے الفاظ کی طرف مضاف ہے تو اگر ایک اور "اہل" محذوف مانا جائے تو معنیٰ ہوگا اہلحدیث کے مسلک کا عقیدہ ہے جو "یک نہ شد دو شد" کا آئینہ دار ہے۔

نمونہ جھالت نمبر9= اسی کے صفحہ ۲۱ پر لکھا ہے "جیسے استاد شاگرد کو جو سبق بتاتا ہے وہ شاگرد کو معلوم ہوتا ہے بقیہ معلوم نہیں ہوتا"

اقول= وہ شاگرد تم جیسا معلوم ہوتا ہے ورنہ لائق شاگرد تو اپنے فائق استاد کے بتائے ہوئے اصولوں نیز اسکی نظر کرم کی برکت سے اپنے مطالعہ سے اگلا ناخواندہ حصہ ہی نہیں بڑی بڑی ادق اوران حل کتب تک حل کرلیا کرتے ہیں۔

پھر کتنی کم علمی ہے کہ معترض صاحب بہادر چلے تو تھے اطلاق علم کی نفی کیلیئے۔ مان بیٹھے علم اور صاف طور سے یہ لکھ گئے کہ "شاگرد کو معلوم ہوتا ہے"۔

اقرار جھالت نمبر10= یہ جو کچھ ہم نے انکے متعلق انہی کے حوالوں سے لکھا ہے خود معترض صاحب بھی اسکے من وعن صحیح ہونے میں ہمارے ساتھ

متفق ہیں۔ چنانچہ اسی کے صفحہ ۵ پر اپنے متعلق رقمطراز ہیں۔ ''جو کمی نظر آئے وہ میری کم علمی اور کم فہمی سمجھنا''

پس ہم بفضلہ تعالیٰ اسمیں ہرگز منفرد نہیں ہیں اور اس عنوان کو ان ہی کے ان الفاظ سے برکت لیتے ہوئے پایہ اختتام کو پہنچاتے ہیں۔

فتلك عشرة كاملة

باب دوم

معترض کے سیئ الادب ہونے کا بیان

معترض سیّئی الادب بھی ھے =

معترض نے اللہ تعالیٰ کے محبوب حضور سیّد عالم ﷺ (کہ جنکی بارگاہ کے آداب خود خالق کائنات جلّ مجدہ تعلیم فرماتا ہے جہاں چون و چرا تو کجا اونچی آواز سے بولنے پر بھی پابندی ہے اور جنکے آگے سیّد الملائکہ روح الامین حضرت جبریل علیہ السلام بھی گھٹنے ٹیک کر نہایت درجہ نیازمندی سے حاضری بجالائیں) کے علم شریف پر سخت چوٹیں کرتے ہوئے آپ کا نام نامی اسم گرامی روکھے سوکھے اور عامیانہ انداز میں لیکر ایسی گستاخانہ روش اختیار کی اور سخت سوء ادبی کا ارتکاب کیا ہے کہ اگر اسکے تصور سے ہٹ کر اسکے کتابچہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ یہ کسی غیر مسلم کا تحریر کردہ ہے بلکہ غیر مسلم بھی یہ انداز اختیار نہیں کرتے بلکہ حسب فطرت خود اعتراض کرنے کے باوجود آپ کا نام بڑے ادب سے لیتے ہیں چنانچہ ایک ہندو شاعر کالکا پرشاد نے بارگاہ رسالت میں اپنی عقیدت کا یوں اظہار کیا ہے۔

چاند سورج کو کوئی ہاتھوں پہ میری لادے　　کونین کی دولت میرے دامن میں چھپادے
پھر کالکا پرشاد سے پوچھے تو کیا ہے؟　　تو نعلین محمد ﷺ کو وہ آنکھوں سے لگالے

مگر دین کا ٹھیکیدار بننے والے معترض نے اپنے اسی رسالہ کے صفحہ ۳۲۔۳۳ پر متعدّد بار لکھا ہے ''اگر محمد ﷺ کو علم غیب تھا'' اگر محمد ﷺ کو واقعہ کا علم تھا'' نیز صفحہ ۵۷ پر آپکے متعلّق ڈنکے کی چوٹ پر یہ گستاخانہ لفظ لکھے ہیں کہ ''آپ کو علم نہ ہوسکا'' نیز صفحہ ۳ پر لکھا ہے آپ آنیوالی کل کے متعلق نہیں جانتے تو'' ماکان و مایکون'' جو ہو چکا اور

جو ہو رہا ہے یا ہو گا تمام کے عالم کیسے ہو سکتے ہیں''۔

ان الفاظ میں جو گستاخانہ انداز اختیار کیا گیا ہے وہ قطعاً محتاج بیان نہیں صد افسوس کہ اس نے کتابچہ کے ورق کے ورق تو سیاہ کر دیئے مگر اسکو اتنی توفیق نہیں ہو سکی کہ وہ آپ ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ ''حضور'' یا ''حضرت'' کلمہ بھی لکھ دیتا جو معاذ اللہ آپ ﷺ کی ذات اقدس سے اسکے چھپے بغض کی نشان دہی کرتا ہے۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی ....کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

باقی اس نے جو آپ ﷺ کے اسم پاک کے ساتھ ''ﷺ'' کے لفظ لکھیں ہیں وہ محض بادل نخواستہ ہیں وہ بھی اسے قطعاً گوارہ نہیں تھے انہیں محض اس نے اہل محبت کے ردِّ عمل کے آگے ڈھال بنایا ہے کیونکہ اس کے مذہب کے مطابق درود ابراہیمی کے علاوہ کوئی اور درود لکھنا پڑھنا سرے سے جائز ہی نہیں بلکہ بدعت سیئہ ہے۔

اس انداز کے گستاخانہ ہونے کی ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ اگر معترض کی واقعی اغلاط کے پیش نظر اسکے متعلق لکھ کر چھاپ دیا جائے کہ ''اسے علم ہوتا تو یوں نہ کرتا'' ''اسے علم نہ ہو سکا'' وغیرہ؟ تو وہ اس پر سخت سیخ پا ہو کر اسے اپنی ہتک تصور کرے گا پس یہ انداز آقائے دو جہاں سرور کونین والئی کون و مکاں عالم ما کان و ما یکون کی شان میں کیونکر بے ادبی نہیں یقین نہ آئے تو ہم نے اسکی جن واقعی جہالات کی مثالیں پیش کی ہیں اور وہ بھی نہایت سنجیدہ انداز سے اسکے سامنے رکھ کر تجربہ کرلیں وہ ان پر آگ بگولا ہوتا ہے یا نہیں۔

اس سوءِ ادبی کی وجہ ؟ = علم ایک بڑی فضیلت ہے جیسا کہ آدم علیہ السلام کو ملائکہ کرام علیہم السلام کے مسجود الیہ بنانے کے واقعہ سے بھی ظاہر ہے جو قرآن مجید میں متعدّد مقامات پر موجود ہے اور اس کا ایک سبب انکے مقابلے میں آپ کا وفورِ علم بھی تھا۔ جس سے خود معترض کو بھی اعتراض نہ ہوگا۔ پس وسیع العلم ہونا سرکار ﷺ کیلئے بطریق اولیٰ فضیلت ہوا (وسیاتی) لیکن معترض کو آپ ﷺ کی اس فضیلت سمیت آپ کے جملہ فضائل وکمالات سے یکسر انکار ہے اور وہ معاذ اللہ آپ کو عام آدمیوں کی طرح سمجھتا ہے چنانچہ اسی کتابچہ (کے صفحہ ۴۴) میں اسکے لفظ ہیں ''نبی اکرم ﷺ اور تمام لوگوں میں کیا فرق آتا ہے فرق وحی قرآن ثابت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو وحی آتی تھی۔ تمام مسلمانوں کو وحی نہیں آتی'' عبارت ہٰذا اپنے اس مفہوم میں واضح ہے کہ معترض کے نزدیک آپ ﷺ اور عام لوگوں میں وجہ فرق صرف وحی ہے باقی آپ ﷺ کے ہزاروں خصائص عالیہ، کمالات مقدّسہ اور آپ کے ان گنت محامد ومناقب میں سے کوئی ایک بھی اسے کسی طرح تسلیم نہیں جیسے آپ ﷺ کا اوّل الخلق ہونا۔ رحمۃ للعٰلمین ہونا عیوب ونقائص اور آلائش سے پاک صاف ہونا۔ پسینہ مبارک کا معطر ہونا۔ لعاب دہن شریف کا شفاء ہونا وغیرہ۔ اور ظاہر ہے کہ آپ کی وسعت علمی بھی انہی میں سے ہے پس وہ اس کا کیونکر قائل ہو۔ معترض کے اس نظریہ کے نہایت درجہ باطل ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو قرآن مجید میں آپ کو اصحاب وحی (انبیاء ورسل کرام علیہم السلام) سے بھی بدرجہا افضل وبرتر ہونا فرماتا ہے یعنی جو حضرات مہبطِ وحی ہیں وہ بھی

آپ کے ہمسر نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ معاذ اللہ آپ کو عام لوگوں کی صف میں شامل کیا جائے
قال اللّٰہ تعالیٰ تلك الرسل فضلنا بعضهم علىٰ بعض منهم من كلم اللّٰه ورفع بعضهم درجٰت الآية وقال عيسىٰ ان يعثك ربك مقاما محموداً وقال وللآخرة خير لك من الاولىٰ ولسوف يعطيك ربك فترضىٰ ۔

پس ہم معترض کو دعوتِ فکر دیتے ہوئے اسے تلقین کرتے ہیں کہ وہ اپنے دیگر ایمان کش افکار سمیت بارگاہ نبوت میں کی گئی اپنی ان سوء ادبیوں سے تہہ دل سے تائب ہو کر اپنی قبر و آخرت کو کالا ہونے سے بچائے ورنہ جو اسکے اپنے لفظوں میں ''مرنے کے بعد بہت برا حشر ہوگا'' (ملاحظہ ہو کتابچہ صفحہ ۳۳)

ہم نے اپنا فرض چکا دیا　　　پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ تھی

باب سوم

معترض کی کذب بیانی، افتراء پردازی، بدزبانی اور تحریفات کا بیان

کذبات و افتراءت اور تحریفات = نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ معترض نے رسول اللہ ﷺ کی وسعت علمی کے خلاف قائم کردہ اپنے اس باطل نظریہ کو درست بنا کر پیش کرنے کی غرض سے نہ صرف یہ کہ کچھ باتیں اپنی طرف سے بنا کر انہیں ہم سے غلط منسوب کیا ہے بعض حوالہ جات میں من مانی قطع و برید ملاوٹ اور خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے انہیں ائمہ شان سے نسبت دی ہے بلکہ بعض آیات و احادیث میں بھی از خود اضافہ و ترمیم کر کے انہیں رسول اللہ ﷺ سے منسوب کیا ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے اتنی کم ہے بطور نمونہ بعض امثلہ حسب ذیل ہیں۔

اطلاق عالم الغیب کے حوالہ سے اہل سنت پر افتراء نیز گالی =

معترض نے ہمیں ''اہل بدعت'' کہہ کر بہت بڑی گالی دیتے ہوئے ہم پر یہ افترا کیا ہے کہ ہم اللہ کا خصوصی نام ''عالم الغیب'' علی الاطلاق حضور سیّد عالم ﷺ کو دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کے لفظ ہیں ''اہل بدعت آپ ﷺ کو عالم الغیب باور کراتے ہیں'' اھ اسی کی مانند اسی میں دیگر مقامات پر بھی متعدد بار لکھا ہے۔ نیز کتابچہ کے عنوان عالم الغیب کون ؟ سے بھی ظاہر ہے جو ہم پر جھوٹ اور افتراء ہے کیونکہ ہم حضور سیّد عالم ﷺ کے خداداد علم غیب کے قائل ہیں مگر عالم الغیب کے لفظ بہیت ترکیبہ علی الاطلاق آپ ﷺ پر بولنے کے قائل نہیں۔ یہ ایک دقیق علمی بحث ہے جو حکم اور اطلاق کے عنوان سے اہل علم میں معروف ہے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض امور بعض ذوات کیلئے ثابت ہوتے ہیں لیکن ان کے مفہوم کو ادا کرنے والے بعض الفاظ کسی شرعی مضائقہ کی بناء پر نہیں

بولے جاتے جسکی کئی مثالیں دلائل شرعیہ میں موجود ہیں از انجملہ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے چنانچہ وہ خود فرماتا ہے ''اللہ خالق کل شئی'' مگر اسکے باوجود لائق نفرت چیزوں کو اللہ سے نسبت دیکر اسے ان کا خالق کہنا مثلاً ''خالق الخنازیر و القردۃ'' وغیرہ کا اطلاق بالاتفاق درست نہیں نیز مثلاً تمام انبیاء و رسل کرام بالخصوص سید عالم ﷺ بہت عزت اور بزرگی کے مالک ہیں مگر انمیں سے کسی کے نام کے ساتھ ''عزّ وجلّ'' کہنا بالاتفاق درست نہیں۔

اسی طرح ہر شخص کسی نہ کسی شکل میں کسی نہ کسی پر بہت رحم کرتا ہے مگر اسکی بنیاد پر کسی کو رحمٰن کہنا ہرگز جائز نہیں کہ اسکا جو مکمل حقیقی معنیٰ و مفہوم ہے۔ وہ محض اللہ تعالیٰ سے خاص ہے ففی تفسیر البیضاوی تحت قولہ تعالیٰ الرحمن الرحیم "مفاہ المنعم الحقیقی البالغ فی الرحمۃ غایتھا (صفحہ ۶ طبع کراچی)

یہی فلسفہ ''عالم الغیب'' کے لفظوں میں ہے اسمیں علم ذاتی ازلی ابدی مطلق محیط تفصیلی کا بیان ہے جو کسی کیلئے ماننا اسے الٰہ ماننا ہے جبکہ حضور سیّد الخلق ﷺ کا علم عطائی اور بہ نسبت خالق بعض ہے جسے العلم المطلق الاجمالی، مطلق العلم التفصیلی اور مطلق العلم الاجمالی بھی کہا جاتا ہے کما حققہ شیخنا اعلیٰ حضرت فی سفرہ المبارک الدّولۃ المکّیّہ وغیرہ۔ چنانچہ مدونِ مسلک ترجمانِ حقیقت لسانِ شریعت امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اسکی وضاحت میں ارقام فرماتے

ہیں۔ ''علم غیب بالذات اللہ عزّ وجلّ کیلئے خاص ہے کفار اپنے معبودان باطل وغیرھم کیلئے مانتے تھے لہٰذا مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ'' ملاحظہ ہو (الامن والعلیٰ صفحہ ۷۰ طبع اردو بازار لاہور)

ہاں اگر عطائی کے لفظ یا اسکے مفہوم کے ساتھ مقید کر کے ''عطائی عالم الغیب'' کہا جائے تو بعض علماءِ اہلِ سنّت کے نزدیک اسمیں گنجائش ہے جسکی وجہ ظاہر ہے کہ اب یہ لفظ اس معنیٰ میں نہیں رہیں گے۔ جس معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ (وقد مرّ انفاً) جسکی مثال لفظ ''رب'' بھی ہے جسے مطلق طور پر غیر خدا کیلئے بولنا درست نہیں مقید ہو تو درست ہے جیسے ربُّ المال وغیرہ اور یہ یوسف علیہ السلام سے بطور حکایت خود قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ حیث قال تعالیٰ اما احدکما فیسقی ربه خمراً الآیة ۔ نیز اذکرنی عند ربك الآیة۔ نیز ارجع الیٰ ربك الآیة

ان آیات میں ''ربه'' اور ''ربك'' میں رب سے مراد بادشاہِ وقت ہے چنانچہ فاتح قادیانیت حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمتہ اس بارے میں رقمطراز ہیں۔

''علم غیب علیٰ قدر الاعلام والاعطاء آنحضرت ﷺ کو عطا ہوا ہے اور آپ کو عالم الغیب بعلم عطائی وھبی کہا جا سکتا ہے ملاحظہ ہو (فتاویٰ مہریہ صفحہ ۶ طبع گولڑہ شریف)

بلکہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمة کی ایک عبارت بھی اسی جانب مشیر ہے چنانچہ آپ نے حدیث مشیت کی تشریح میں ارقام فرمایا ہے۔ مسلمانو! گمراہوں

کے امتحان کیلئے ان کے سامنے یو ہیں کہہ دیکھو کہ اللہ پھر رسول ہماری مشکلیں کھول دیں دیکھو یہ حکم شرک جڑتے ہیں یا نہیں؟'' ملاحظہ ہو (الامن والعلیٰ صفحہ ۱۸۴ طبع لاہور)

عبارت ہٰذا میں ''اللہ پھر رسول'' کے لفظ عطائی معنےٰ کے بیان پر مشتمل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اور امام بخاری پر افتراء =

معترض نے اپنا طے کردہ باطل نظریہ ثابت کرنے کی غرض سے از خود حدیث میں ملاوٹ کر کے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا دعی ھٰذہ یہ نہ گاؤ اس جملہ کو چھوڑ دو کیونکہ یہ قرآن وحدیث اور عقیدۂ توحید کیخلاف ہے'' پھر اسکے حوالہ کیلئے اس نے امام بخاری کی کتاب صحیح بخاری شریف کی کتاب النکاح کا نام لیا ہے ملاحظہ ہو کتابچہ صفحہ نمبر ۳۔ جو اس کا ایک اور جھوٹ ہے جو اس نے امام بخاری پر بولا ہے اگر ذرّہ بھر بھی صداقت اور جرات ہے تو صحیح بخاری شریف کی کتاب النکاح ہی نہیں اول تا آخر پوری صحیح بخاری شریف بلکہ حدیث کی کسی کتاب سے رسول اللہ ﷺ سے ایسے لفظ دکھائے جس کا اسکے حسب بیان یہ ترجمہ ہو'' کہ اس جملہ کو چھوڑ دو کیونکہ یہ قرآن وحدیث اور عقیدۂ توحید کیخلاف ہے ورنہ اس آگ سے ڈرے جو جھوٹ بولنے اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء کرنے والوں کیلئے بنائی گئی ہے حدیث متواتر میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ من كذب عليّ متعمّداً فليتبوأ مقعده من النّار ''جس نے جان بوجھ کر مجھ سے وہ بات منسوب کی جو میں نے نہ کہی ہو مجھ پر جھوٹ بولے اسکا ٹھکانہ جہنّم ہے''

ترجمہ قرآن میں تحریف =

معترض نے سورۂ کہف کی

آیت نمبر ۲۶ کے الفاظ'' ولا یشرك فی حكمه احدا ''اردو ترجمہ کرتے ہوئے ''حکم'' کا ترجمہ علم غیب'' لکھا ہے چنانچہ اسکے لفظ ہیں'' اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی کو علم غیب میں شریک کرتا ہے'' اھ ملاحظہ ہو(کتابچہ صفحہ ۲۳)

جو اسکی سخت جھو دیانہ تحریف ہے اور محرف قرآن کے بارے مین رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔'' من فسر القرآن برایه فقد کفر ''جس نے قرآن کی تفسیر اپنے رائے سے کی وہ پکا کافر ہے۔ ورنہ وہ بتائے کہ ان قرآنی الفاظ میں ''حکم'' بمعنی علم غیب کے اللہ تعالیٰ کی مراد ہونے کی صحیح معیاری دلیل کیا ہے۔ کس آیت میں ہے کہ یہاں حکم سے مراد علم غیب ہے یا کس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسکا یہی معنی کیا تھا یا کم از کم کسی عربی ڈکشنری میں ہے کہ حکم کا معنیٰ علم غیب بھی ہوتا ہے۔ ثابت کرے اور منہ مانگا پائے ورنہ اپنی قبر و آخرت کو کالا کرنے سے بچاتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر بولے گئے اپنے اس جھوٹ سے فوری توبہ کرے ورنہ اسکے اپنے لفظوں میں ''مرنے کے بعد بہت براحشر ہوگا''(کتابچہ صفحہ ۳۳)

قرآن میں ایک اور سخت تحریف اور ارتکاب کفر=

نیز معترض نے سورہ یونس کی آیت نمبر ۲۰ کے الفاظ'' فقل انما الغیب للّٰه '' کا اردو ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔ (اے رسول) آپ فرما دیجئے کہ ہر قسم کا غیب صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔(ذاتی ہو یا عطائی ہو) اھ ملاحظہ ہو(کتابچہ صفحہ ۲۱)

جو اس کی ایک اور شدید مجرمانہ خیانت اور سخت جھو دیانہ تحریف ہے بریکٹ میں'' ذاتی ہو یا

عطائی ہو" کے الفاظ چغلی کھا رہے ہیں کہ یہ الفاظ اسکی ہاتھ کی صفائی کا نتیجہ اور ملاوٹ ہیں اسمیں بھی وہی تفصیل ہے جو اس سے پہلے والے عنوان کے تحت گزری ہے۔

معترض نے اپنے اس بناوٹی ترجمہ میں شوق تنقیص شانِ رسالت کو پورا کرتے ہوئے ذاتی کے ساتھ علم غیب عطائی کو بھی اللہ تعالیٰ سے خاص کر دیا ہے۔ جسکا واضح مطلب یہ ہے کہ اللہ کا کچھ علم اپنا ہے اور کچھ اس نے کسی اور سے حاصل کیا ہے جو قطعاً کفر و شرک ہے اور معترض ہی کا حصہ ہے اسکے باوجود وہ "مشرکین اور اہل بدعت" کے لفظ بھی ہم پر چسپاں کرتا ہے حیاء نام کی چیز شاید اس دنیا سے کہیں اٹھ گئی ہے۔

ام المومنین پر افتراء = معترض کا پیٹ ابھی نہیں بھرا تھا تو اس نے اپنے شوق تنقیص کو مزید پورا کرتے ہوئے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی للہ عنہا پر بھی جھوٹ بولتے ہوئے ان سے یہ بات ازراہ جھوٹ منسوب کی ہے کہ "حضرت عائشہ فرماتی ہیں (الیٰ) نبی اکرم ﷺ کو معلوم نہ ہوسکا" ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۳۹) پس معترض سے اسکی اپنی پیشانی پر لگ گئے جھوٹ کے سیاہ دھبہ کو دور کرنے کیلئے اس کا صرف ایک حوالہ مطلوب ہے۔

معترض کی شستہ زبانی = رسم الجاہلین پر عمل کرتے ہوئے معترض نے اپنے عوام کو خوش کرنے کی غرض سے ہمارے متعلق گندی زبان استعمال کر کے فحش کلامی بھی کی ہے جس سے علم ہذا میں ان کی پختگی اور بیمثال قوت استدلال کا پتہ چلتا ہے نمونہ ملاحظہ ہو، گوہر افشانی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں لاعلمی یا جہالت۔ ظلم

وجہالت۔اہل بدعت۔بدعتی۔مشرکین واہل بدعت کا دھوکہ۔اہل بدعت کا سب سے فراڈ اور دھوکہ۔شرم وحیا اور عقل وشعور سے کام لیکر اہل بدعت اور انکے حواریوں ملاؤں۔جاہل لوگ۔پیٹ کی خاطر۔دین فروشوں۔''تمام اہل بدعت ملاؤں اور انکے حواریوں کو اس بات کا چیلنج ہے'' ملاحظہ ہو معترض کا کتابچہ صفحہ ۲۔۱۲۔۱۷۔۱۹۔۲۳۔۲۴۔۲۵۔۲۶۔۳۳۔۵۷۔۶۲۔ (وغیرہ) جس پر صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ گالیاں معترض صاحب کی مجبوری تھیں اس لئے وہ معذور ہے کیونکہ ''کل اناء یترشح بما فیه

ہرکسے بر خلقت خود مے کند

فصبر جمیل واللہ المستعان علی ماسبّ

باب چہارم

معترض کے اپنے وضع کردہ اصولوں کی زد میں ہونے کا بیان

اپنے دام میں خود صیاد آگیا=

معترض ساب نکلے تو تھے ہمیں مشرک و بدعتی بنانے کے لئے مگر ''چاہ کن را چاہ درپیش'' کے پیش نظر خدا کے کرنے سے یہ پھندا پڑ گیا خود انکے گلے میں۔ بعض مثالیں حسب ذیل ہیں۔

ارتکاب بدعت = چنانچہ معترض اور اسکے ہمنواؤں کے نظریہ میں جو امر قرآن یا صحیح حدیث نبوی ﷺ بہیئت کذائیہ، بعینہ، من وعن اور ہو بہو صریحاً ثابت نہ ہو وہ بدعت اور اسکا ارتکاب کرنیوالا بدعتی اور بدعتی جہنمی ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کا الزام وہ اہلسنّت پر رکھتے ہیں لیکن بقلم خود ملزم خود ہیں مثلاً

1۔ دعویٰ انکا یہ ہے کہ درود ابراھیمی کے سوا کوئی درود جائز ہی نہیں بلکہ غیر ابراھیمی تمام درود معاذ اللہ بدعت سیئہ ہیں لیکن کتابچہ ہٰذا میں انہوں نے حضور سید عالم ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ درود ابراھیمی کے برعکس بیسیوں بار ''ﷺ'' لکھا ہے۔

2۔ نیز اسی کتابچہ کے صفحہ ۲ پر حمد و درود ان لفظوں میں لکھا ہے'' نحمده ونصلی علی رسوله لكريم''

3۔ پھر اس کے ساتھ ہی تحریر کیا ہے'' وبعدهٗ اعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ياايهاالذين اٰمنوا اتقوالله وقولوا قولًا سديداً

4۔ اسی کے صفحہ نمبرا پر دُعا ان لفظوں میں لکھی ہے''............''

بتایا جائے حسب دعویٰ خود ان لفظوں سے حمد و درود اور خطبہ نیز کتابچہ کے نام کا ثبوت کہاں

ہے یا قرآن میں ہے؟ ہے تو کہاں؟ یا یا رسول اللہ ﷺ سے قولاً یا فعلاً ان کا کوئی صریح ثبوت ہے؟ ہے تو نشاندہی کریں۔ نہیں ہے تو ان کے مرتکب ہو کر خود بدعتی ہوئے یا نہیں؟ پھر تو بولیں۔

5۔ مزید یہ کہ معترض نے کتابچہ کا نام "عالم الغیب کون" تجویز کیا ہے۔

6۔ علاوہ ازیں معترض نے اپنے اسی کتابچہ میں اپنا نام اس طرح بتایا ہے "حافظ ثناء اللہ شاہد قصوری ملاحظہ ہو (ٹائیٹل صفحہ ۱۔۲۔۶) کیا قرآن میں من وعن ایسا نام رکھنے کا امر یا اس کی اجازت ہے؟ یا کیا حضور سید عالم ﷺ کی کوئی ایسی صحیح یا حسن یا ضعیف حدیث بھی ہے جس میں یہ ہو کہ آپ نے ایسا نام رکھنے کا حکم دیا تھا یا کوئی صحابی اس نام کا ہو اور آپ نے اسے برقرار رکھا ہو۔ ہے تو ثبوت بقید نام کتاب جلد نمبر مع صفحہ و مطبع کی نشاندہی کے ساتھ مع اصل عبارت بتائیں نہیں ہے تو اقرار کرلو کہ تمہارا نام تمہارے ہی حسب اصول بدعت اور تم اپنے ہی اصول کے مطابق بدعتی ہو۔ پس اس سے توبہ کرتے ہوئے پہلی فرصت میں بدل ڈالو کہ اس بدعت کو لئے پھرنے کے باعث تمہارا ہر قدم اور ہر لمحہ بدعت شمار ہوتا ہے جس کا نام اتنا بدعتی ہوا نکے کام کتنے بدعت ہونگے۔ بدلنے کی صورت میں اپنے ان بڑوں کا حکم بھی بتاتے چلو جو اسی نام سے رہے اور بالآخر چل بسے۔ یا پھر اصول بدعت پر نظر ثانی کرو۔

من نہ گویم ایں وآں مکن　　　مصلحت بیں وکار آساں بکن

علاوہ ازیں "محمدی" کہلانے کی بجائے "قصوری کہلانے میں کیا حکمت ہے نیز حافظ جو اللہ کا نام ہے تم نے اسے اپنے لئے الاٹ کر کے اس شرک کا ارتکاب کیوں کیا؟ نیز

ثناء اللہ کا معنیٰ بیان کرو اور بتاؤ کہ ایسی معنوی حیثیت بھی تمہارے اصول کے مطابق شرک اور بدعت ہے یا نہیں؟ نہیں تو کیوں؟ ہے تو پھر اسے بدلتے کیوں نہیں ہو۔

جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں۔

ارتکاب تقلید= معترض کے مذہب کے مطابق تقلید شرک فی الرسالہ کا دوسرا نام ہے مگر بہت سے مقامات پر اس کا ارتکاب بھی کر گئے اور اپنے دعویٰ کے اثبات میں قرآن و حدیث کے پیش کرنے کے بجائے بزرگان دین ائمہ اور علماء کے اقوال کو بطور دلیل پیش کر گئے چنانچہ اسی کتابچہ کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے! ''تفسیر روح المعانی میں یہ بھی موجود ہے'' نیز اسی کے صفحہ ۸ پر ہے'' حضرت علی اور دیگر ائمہ کرام و بزرگان دین کی زبانی علم غیب کی تعریف سُن لی'' اھ

پھر اسکے باوجود اسی کے صفحہ ۳۹ پر یہ بھی لکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ۔۔۔تقلید شخصی سے بچائے''

ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے
خود ہی قتل کرے ہے خود ہی لے ثواب الٹا

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے=

معترض نے نبی کریم ﷺ کے حق میں عقیدہ علم غیب کو گناہ کبیرہ، عقیدہ باطلہ ،عقیدہ مشرکانہ اور اسکے قائلین کو'' صریحاً قرآن و حدیث کا منکر'' لکھا ہے ملاحظہ ہو(کتابچہ صفحہ ۲۶، ۲۷، ۳۵، ۴۱،)

پھر اس کے باوجود اسکے بقول انہی مشرک قائلین علم غیب کو خود اپنے اسی کوثر و تسنیم

سے دھلے ہوئے قلم سے ''مسلمان بھائیو'' بھی کہا ہے ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۳)

بلکہ جس عطائی علم غیب کے شرک ہونے کو وہ ثابت کرنے نکلا تھا اور شرک کہا اسے قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت بھی مان لیا۔ مثلاً اسی کے صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے ''اے نبی ﷺ یہ غیب کی خبریں ہیں جس سے آپکو باخبر کر رہے ہیں۔

بلکہ اسی کے صفحہ ۲ پر اسکی انتہا کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا'' یقیناً جو سادہ لوح مسلمان لاعلمی یا جہالت کی بناء پر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی، ولی حتیٰ کہ ولیوں کی بلّیاں بھی علم غیب جانتی ہیں وہ راہ حق ہے''اھ ان عبارات میں جو پریشان خیالیاں ہیں وہ بھی محتاج بیاں نہیں مزید آئندہ صفحات میں بھی آرہی ہے۔ سچ ہے

''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے''

اگر اس قسم کے مناظر وقف رہے تو ہمیں کچھ لکھنے کی زحمت نہیں اٹھانا پڑے گی بلکہ وہ اپنا اور انکے اپنے لفظوں میں ''اپنے حواریوں'' کا بیڑا غرق کیلئے خود ان کا وجود مسعود کافی رہے گا یا علی مدد

وما اھلّ بہ لغیراللہ کا عجیب حل =

معترض نے اپنے اس کتابچہ کا انتساب اپنی رفیقہء حیات سلّمہا سے کیا ہے چنانچہ انکے اپنے خاص الفاظ ہیں''اس کا انتساب سراپا مہر ووفا اپنی رفیقہء حیات کے نام کرتا ہوں' ملاحظہ ہو (صفحہ ۱)

نہ معلوم اسے اس موقع پر آیت'' وما اھلّ بہ لغیر اللّٰہ '' کیوں بھول گئی جسے

وہ اولیاء کرام سے منسوب اشیاء خصوصاً گیارہویں شریف کے حلال طیب کھانا کو حرام بنا کر پیش کرنے کی غرض سے گلے پھاڑ پھاڑ کر پڑھتے ہیں۔

پس وہ یا تو اپنی وائف کے صدقہ میں اپنے سابقہ اصول کو بدلیں یا پھر اپنے اس کتابچہ کے حرام ہونے کا اقرار کریں کچھ بھی نہ کریں تو وجہ ضرور بتائیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نام منسوب حلال طیب چیز کیوں حرام ہے اور انکی ''سراپا مہر و وفا رفیقہ ء حیات'' سے نسبت رکھنے والا یہ کتابچہ کیوں حلال؟

باب پنجم

معترض کے نام نہاد دلائل کا جامع اجمالی اصولی جائزہ

معترض کے جملہ نام نہاد دلائل (اعتراضات) کا جامع اصولی جائزہ

معترض نے حضور سیّد عالم ﷺ کے خداداد وسیع علم شریف کے خلاف جتنے نام کے دلائل پیش کیے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی دلیل ایسی نہیں جسے اس کے باطل اور بے بنیاد دعویٰ سے کچھ مطابقت ہو یا اس سے اس بارے میں ہمارے موقف کی نفی ہوتی ہو نیز انمیں کچھ جدّت بھی نہیں کہ اسے معترض کے علمی کمال کا نتیجہ کہا جائے بلکہ اسکا وہ تمام مواد اسکے بعض بزرگوں (لاہور کے ایک نامہ نگار کے اردو حواشیٔ قرآن وغیرہ) سے چوری کیا ہوا ہے جسے اس نے اُلٹ پلٹ کرا پنے نام سے شائع کر دیا ہے اور وہ ہیں بھی فرسودہ جو ماضی میں تقریباً ایک صدی قبل سے ہمارے کئی ائمہؔ وعلماء سے اس موضوع پر مستقل کتب ورسائل کی صورت میں کئی کئی ماریں کھا کر اور بارہا شافی، وافی ۔ مسکت اور مسقط جوابات پا کر مردہ و بے جان ہو چکا ہے جسے شان نبوی کے وکیل اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، حضرت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی، غزالیٔ زماں امام اہلسنّت حضرت مرشدنا السید الکاظمی، حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی رحمہم اللہ اجمعین کی اس موضوع پر لکھی گئی معرکۃ الآراء کتب الدولۃ المکیہ، انباء المصطفیٰ، خالص الاعتقاد، الکلمۃ العلیاء تقریر منیر اور جاء الحق وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر اور سر فہرست ہیں مناظر اسلام علامہ حشمت علی خاں قادری رحمہ اللہ کا مناظرہ جو مناظرہ ادری کے نام سے چھپا ہوا ہے بھی اس سلسلہ کی اہم کڑی ہے یہ تمام کتب لاجواب اور منکرین کے ذمہؔ اس موضوع پر تاریخی واجب الاداء قرض ہیں جنکا بالاستیعاب جواب لکھنے کی آج تک کسی منکر کو

ہمت نہ ہو سکی ورنہ بتایا جائے کہ ان کتب کے منظر عام پر آنے کے بعد آج تک معترض کے بزرگوں میں سے کس نے کس کتاب کا باقاعدہ مطلوبہ معیاری جواب لکھا اور کس نام سے لکھا؟ خصوصاً اول الذکر کتاب تو وہ ہے جو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسوقت کے اکابر علماء مکہ کی فرمائش پر منکرین کے بڑوں کے انتہائی چوٹی کے اعتراضات کے جواب میں سخت علالت کے باوجود صرف آٹھ گھنٹے کے قلیل وقت میں نہایت شستہ اور فصیح و بلیغ عربی میں بلدہ طیبہ میں برجستہ تحریر فرمائی تھی اور علم و تحقیق کا موجزن دریا بہا کر دلائل و براہین کا انبار لگا دیا تھا اور جملہ اعتراضات کی دھجیاں فضا میں بکھیر کر انکے پرخچے اڑا دیئے اور منکرین کو موت کی نیند سلا کر علم حبیب خدا ﷺ کے ڈنکے بجائے تھے جس پر علماء حرمین طیبین عش عش کر اٹھے آپ سے نسبت کو سعادت گردانتے ہوئے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور شرف ارادت سے باریاب ہوئے اور آپکو مجدد دین وملت کہا تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو الملفوظ حصہ دوم مولفہ شہزادہ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ۔

بنابریں معترض کے وہ جملہ اعتراضات صریح البطلان ہونے کے باعث اگرچہ لائق التفات نہیں تاہم تحفظ ناموسِ رسالت کا فرض منصبی پورا کرنے اور بعض کچے اذہان کو گمراہی سے بچانے کی غرض سے جامع اصولی جائزہ کے طور پر چند جملے سپرد قلم کئے جاتے ہیں فاقول وباللہ التوفیق و بیدہ ازمّۃ التحقیق

ابھی معترض خود همارا جواب ده هے=

اصولاً مدّ مقابل کے ذمہ جواب اس وقت بنتا ہے جب فریق اول اپنے مدعا کا معیاری طریقہ سے درست اور اپنے اعتراض کا صحیح ہونا ثابت کر دے جبکہ معترض تا حال اپنی یہ ذمہ داری پوری نہیں کر سکا بلکہ ابھی تک وہ اسمیں سخت عاجز و نا کام ہے اور آئندہ بھی انشاءاللہ عاجز ہی رہے گا بیشک طبع آزمائی کر کے دیکھ لے کہ یہ اس بے چارے کا روگ نہیں لہٰذا اصولی طور پہ ہم نہیں معترض ہی تا حال اسمیں ہمارا جوابدہ ہے پس اس کے باوجود اسکا بعض آیات واحادیث کیلئے الٹے سیدھے ترجمہ کر کے لاف زنی کرتے ہوئے اپنی مخصوص مادری زبان میں ہمیں اپنا جوابدہ ٹھہراتے ہوئے یہ چیلنج کرنا کہ ''تمام اہل بدعت ملاؤں اور انکے حواریوں کو اس بات کا چیلنج ہے'' ملاحظہ ہو (صفحہ ۶۲) قطعاً خلاف اصول اور اسکی بزدلانہ حرکت ہے جو بالکل قبل از وقت ہے اگر ذرہ بھر اسمیں صداقت اور جرات ہے تو علم نبی ﷺ کے خلاف کیے گئے اپنے اس دعویٰ اور اسکے متعلقات کو جنکا طے کرنا پہلے ضروری ہوتا ہے، اپنے عمل بالقرآن والحدیث کے بلند بانگ نعرہ کی ٹیکی دیتے ہوئے واضح آیات قرآنیہ صحیح صریح احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ سے ثابت کرے پھر پہلی فرصت میں انکا طبیعت صاف کر دینے والا جواب اور اسکے ساتھ ساتھ منہ مانگا بھی پائے۔

بیان موقف میں سخت تذبذب= ابھی تو معترض اس میں بھی تذبذب کا شکار ہے کہ عقیدہ علم غیب للنبی ﷺ کی شرعی حیثیت نیز اسکے قائلین کا شرعی حکم کیا ہے چنانچہ اپنے اسی کتابچہ میں ایک مقام پر اس کے متعلق اس نے لکھا ہے'' بالکل

غلط ہے بلکہ گناہ کبیرہ ہے'' اھ (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۵۔۴۱) پھر اسی کے صفحہ ۴۱ پر اس نے اسے'' عقیدہ باطلہ'' قرار دیا ہے جبکہ صفحہ ۲۶ پر یہ حکم لگایا ہے'' جو شخص کسی بھی غیر اللہ کو عالم الغیب تسلیم کرتا ہے یا کرے وہ صریحاً قرآن و حدیث کا منکر ہے اھ'' جبکہ صفحہ ۲۷ پر اسے مشرکانہ عقیدہ قرار دیا ہے چنانچہ اسکے مادری زبان میں لفظ ہیں'' طائفہ بریلویہ کا یہ عقیدہ مشرکانہ ہے اھ'' گویا ایک ہی امر کے متعلق بیک وقت پانچ حکم لگائے ہیں جس سے اسکی پراگندہ خیالی اور ذہنی و فکری پریشانی کا پتہ چلتا ہے جبکہ یہ سب حکم قطعاً ایک دوسرے سے الگ ہیں ورنہ کیا یہ ضروری ہے کہ ہر غلط، گناہ کبیرہ تو کجا صغیرہ ہو؟ اور کیا کسی امر کا گناہ کبیرہ ہونا اس کے عقیدہ باطلہ ہونے کو مستلزم ہے؟ پھر عملیات و اعتقادیات میں کیا فرق ہوگا؟ نیز کیا کسی امر کے عقیدۂ باطلہ ہونے کیلئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ کفر و شرک بھی ہو؟ کیا عقیدہ باطلہ، کفر و شرک سے نیچے درجہ کا صرف گمراہانہ نہیں ہوتا؟ اگر یہ درست ہیں تو معتزلہ وغیرہ کو صرف گمراہ کیوں کہا جاتا ہے؟

شرک کی تعریف کیا ھے ؟= اگر معترض یہ کہے کہ اس بارے میں اس کا اصل دعویٰ'' کفر و شرک'' ہی ہے جس میں غلط اور گناہ وغیرہ سب کچھ آجاتا ہے؟ تو بر تقدیر تسلیم

اولاً= اسے یہ بتانا ہوگا کہ شرک کی جامع مانع تعریف کیا ہے یعنی شرک ہوتا کیا ہے تاکہ ہم یہ دیکھ سکیں کہ اسکی زد میں کہیں خود معترض مع الاحباب تو نہیں آرہے؟

ایمان بالغیب کا مطلب کیا ھے ؟=

ثانیاً= اسے یہ بھی بتانا ہوگا اسکی کچھ صورتیں جواز اور اثبات کی بھی ہیں یا مطلقاً بہر صورت شرک ہے؟ بصورت اوّل اس نے جو آیات و احادیث اسکے خلاف پیش کی ہیں وہ خود اس پر پلٹ گئیں وہ خود ہی ان کا جوابدہ ٹھہرا اور بصورت ثانی اسے یہ بتانا ہوگا کہ "ایمان بالغیب" جو قرآن و حدیث سے صریحاً ثابت اور دین کے بنیادی امور میں سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الذین یومنون بالغیب" اہل تقویٰ وہ لوگ ہیں جو "ایمان بالغیب" رکھتے ہیں ملاحظہ ہو (پ 1 بقرہ آیت نمبر ۳ رکوع نمبر ۱) اس کا کیا جواب ہے کیونکہ ایمان کا بنیادی رکن بلا اختلاف تصدیق ہے جبکہ تصدیق علم ہی کی قسم ہے یعنی ایمان نام ہے کسی امر کو سچے دل سے اسکے حسب مرتبہ ماننے کا جبکہ ماننا نہیں ہوسکتا جب تک جاننا نہ ہو تو خلاصہ یہ ہوا کہ متقی وہی ہیں جو غیب کو جان کر اسے مانتے ہیں پس معترض سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی کلمہ پڑھنے والا کہے کہ وہ غیب کو مطلقاً اور بالکل نہیں جانتا تو وہ اس آیت قرآنی اور دین کے بنیادی امر کا منکر ٹھہرنے کی وجہ سے کافر ہوا اور اگر کہے کہ وہ کچھ نہ کچھ غیب جانتا ہے تو معترض اور اسکے ہمنوا اسکے اس عقیدہ کو مشرکانہ قرار دیتے ہیں یعنی غیب نہ جاننے کا عقیدہ بحکم قرآن کفر، اور غیب جاننے کا عقیدہ بفتویٰ معترض شرک ہے کلمہ پڑھنے والوں میں خود معترض بالقابہ بھی شامل ہے پس اس دلدل سے نکلنے کا کیا ذریعہ ہے؟

بزرگان معترض اسکے فتویٰ کی زد میں= علاوہ ازیں اگر علم غیب للنبی ﷺ کا عقیدہ شرک اور اسکے قائلین بہر صورت مشرک ہیں تو معترض کو یہ بھی

بتانا ہوگا کہ یہ حکم اسکے ان غیر مقلد بزرگوں پر بھی عائد ہوگا یا نہیں ؟ جنہوں نے بعض صورتوں میں اسے محبوبان خدا بالخصوص حضور سیّد عالم ﷺ کے حق میں درست اور جائز بلکہ ثابت مانا ہے؟ اگر کہیں کہ ہاں تو لکھ دیں تا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے اور اگر کہیں نہیں تو وجہ فرق بتائے کہ انہیں یہ چھوٹ کیوں اور ہم پر یہ جھوٹ کیوں کہ ہم اس عقیدہ کی بنا پر مشرک ہیں اس تقدیر پر پیش کردہ آیات واحادیث نفی کا محمل بھی بتانا ہوگا بعض حوالہ جات حسب ذیل ہیں۔

ابن کثیر کا حوالہ= چنانچہ معترض کے انتہائی معتمد علیہ امام ابن کثیر جن سے پیش نظر کتابچہ میں بھی اس نے استناد کیا ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۳۱ و علّم آدم الاسماء کلّھا (اللہ نے حضرت آدم علیہ اسلام کو کائنات عالم کی تمام چیزوں کے ناموں کا علم دیا) کے تحت لکھتے ہیں۔'' الصحیح انہ علمہ اسماء الاشیاء کلھاذواتھاوصفاتھا وافعالھا کما قال ابن عباس حتی الفسوۃ والفسیۃ'' یعنی صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات عالم کی تمام چیزوں کی ذوات انکی صفات اور انکے افعال کا علم دیا تھا جسکی دلیل جلیل القدر مفسرِ قرآن صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ ارشاد بھی ہے جسمیں '' حتی الفسوۃ و الفسیۃ '' کے الفاظ ہیں یعنی ہر چیز کا علم دیا حتی کہ زوردار ریح اور خفیف ریح کا بھی مطلب یہ ہے کہ بڑی سے بڑی چیز کا بھی علم عطا فرمایا اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کا بھی ملاحظہ ہو (تفسیر ابن کثیر ج ۱ صفحہ ۷۳ طبع قدیمی کراچی)

اسی کی مانند اسی کے صفحہ ۴۷ پر بھی ہے ولفظہ'' قال انت میکائیل انت جبرائیل انت اسرافیل حتی ء' د الاسماء کلّها حتی بلغ الغراب'' نیز'' قال اسم الحمامة والغراب و اسم کل شئی ''یعنی جب آپ کے مقابلے میں ملائکہ کرام خاموش ہو گئے اور آپ کو رب تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اب تم ہی انہیں ان چیزوں کے نام بتاؤ تو آپ نے حضرت جبرائیل اور حضرت اسرافیل (ملائکہ کرام) کو مخاطب فرما کرانہیں انکے نام بتائے دیگر تمام چیزوں کے نام بھی لے دیئے۔حتی کہ کبوتر اور کوے تک کے نام بیان فرمائے۔

ابن کثیر موصوف نے صحیح بخاری کتاب التفسیر وغیرہ کی حدیث کو بھی بطور دلیل پیش کیا ہے جس میں حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اہل محشر طلب شفاعت کی غرض سے جب آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں جائیں گے تو آپ کی خدمت میں یوں عرض کریں گے'' انت ابوالنّاس خلقك اللّٰه بیده و اسجد لك ملائکته و علمك اسماء کل شئی فاشفع لنا الی ربك الخ ''یعنی آپ ابوالبشر ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے یدِ پاک سے خلقت فرمایا اور آپکے لیے اپنے ملائکہ کو ساجد بنایا اور آپ کو ھر چیز کے نام سکھائے تو آپ ہمارے لیے اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت فرمائیں۔ملاحظہ ہو (ج ا صفحہ ۷۳)

جسکا مفاد یہ ہے کہ بقرہ شریف کی مذکورہ تفسیر حضرت ابن عباس وغیرہ مفسرین کا قول نہیں اور وہ خالی ابن کثیر ہی کی رائے نہیں بلکہ وہ خود حضور سیّد عالم ﷺ سے بھی صریحاً

ثابت ہے۔

روپڑی کا حوالہ = معترض کے بزرگ و پیشوا مولوی عبداللہ روپڑی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے ''غیب پوشیدہ ہوگا ہاں جس بات کے متعلق وحی ہو جائے اس کا علم ہوگا۔ (الیٰ) نہ اہل حدیث کو انکار ہے (الیٰ) ہاں نام کا جھگڑا ہو کہ کوئی اس کا نام علم غیب رکھتا ہے۔ اور کوئی نہیں رکھتا۔ (الیٰ) یہ محض لفظی اختلاف ہے مطلب میں سب متفق ہیں (الیٰ) خدا کا علم ذاتی ہے اور انبیاء کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے۔ خواہ اس کا نام کوئی علم غیب وھی رکھے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ (انبیاء علیھم السلام کو بذریعہ وحی غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو بعض مغیبات کا علم بذریعہ وحی تھا۔ ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کو بعض مغیبات کا علم بذریعہ وحی تھا ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ اہلحدیث جلد اول صفحہ ۲۰۶۔۲۰۸۔۲۱۱۔۲۱۲۔طبع لاہور)

ثناء اللہ امر تسری کا حوالہ = معترض کے ایک بزرگ رہنما مولوی ثناء اللہ امر تسری نے اپنے رسالہ ''فیصلہ علم غیب'' میں لکھا ہے جس میں منکرین کا حکم شرعی واضح کیا ہے۔ '' بھلا کوئی مسلمان کلمہ گو اس بات کا قائل ہوسکتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو امور غیبیہ پر اطلاع نہیں ہوتی ہے مسلمان کہلا کر اس بات کے قائل ہونے پر خدا اور فرشتوں اور انبیاء اور جنوں بلکہ تمام مخلوق کی لعنت ہو۔ اھ ملاحظہ ہو۔ (الکلمۃ العلیاء صفحہ ۱۱۷ طبع سیالکوٹ)

قاضی شوکانی کا حوالہ = معترض کے شیخ الشیوخ قاضی شوکانی

نے سورہ کہف کی آیت ''وعلّمناہ من لدنا علما'' کی تفسیر میں لکھا ہے ''وھوما علّمه اللّٰه سبحنه من علم الغیب الذی استاثربه وفی قوله من لدنا تفخیم لشان ذلك العلم وتعظیم له ''یعنی حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق آیت کے الفاظ ''''وعلّمناہ من لدنا علّما ''ہم نے انہیں اپنی جناب سے ایک علم سکھایا تھا کے ضمن میں مذکور علم سے مراد اس غیب کا علم ہے جسے اللہ سبحانہ نے اپنے لئے خاص فرمایا ہے اور اسکے متعلق ''من لد نا '' کہنے سے مقصود اس علم کی عظمت، شان اور اہمیت کو بیان فرمانا ہے۔اھ۔ملاحظہ ہو۔(فتح القدیر ج ۳ صفحہ ۴۲۷ طبع دار الفکر بیروت)

امرتسری کا ایک اور حوالہ = معترض کے پیشوا ثناء اللہ امرتسری موصوف کا اس باب کا ایک اور فیصلہ کن حوالہ ملاحظہ ہو۔ چنانچہ موصوف نے (پ ۳۰) سورۃ تکویر کی آیت ۲۴ ''وماھو علی الغیب بضنین ''کے ترجمہ میں حضور سیّد عالم ﷺ کے بارے میں لکھا ہے۔ ''اور وہ علم غیب پر بخیل نہیں'' (جو اسے بتایا جاتا ہے کہہ دیتا ہے)''اھ (ترجمہ ثنائی صفحہ ۷۰۳ طبع فاروقی ملتان)

اَقُوْلُ = قاضی شوکانی اور ثناء اللہ امرتسری کے ان حوالہ جات سے جہاں مخلوق خصوصاً حضور سیّد الخلق ﷺ کیلئے بعض صورتوں میں علم غیب کے عطاء ثابت ہونے کا حقیقت ثابتہ ہونا واضح ہو گیا وہاں اس عطاء کے علم کو علم غیب کہنے کا جواز کا بھی پتہ چل گیا۔ لہٰذا معترض اب یہ بہانہ نہیں بنا سکتا کہ غیب کی اطلاع انباء اور خبر تو ہے، علم غیب نہیں کیونکہ اسکے ان پیشواؤں نے اسکے تمام چور دروازے بند کر کے رکھ دیئے ہیں۔(وسیاتی تفصیله)

پس اب معترض بتائے کہ اسکے اس حکم شرک کی زد میں اسکے یہ بزرگان باصفا بھی آئے ہیں یا نہیں نیز وہ بھی اپنے ان اقراروں کے باعث قرآن و حدیث کے منکر، ٹھہرے گناہگار ہوئے ہیں یا نہیں نیز اس کے اپنے لفظوں میں اسکے اس طائفہ کا یہ عقیدہ مشرکانہ ہے یا نہیں؟؟؟

یوں مت دوڑیے برچھی تان کر اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

اپنے دام خود صیاد= بلکہ خود معترض بھی اپنے اس کتابچہ میں اللہ کے پیاروں خصوصاً حضور سیّد عالم ﷺ کے بارے میں بعض صورتوں میں عقیدہ ہذا کے درست ہونے کو تسلیم کر چکا ہے پس یہ عقیدہ اگر مطلقاً شرک ہے تو معترض بقلم خود اس حوالہ سے قرآن و حدیث کا منکر ٹھہرا یا نہیں؟ سبحان اللہ! مناظر ہوں تو ایسے ہوں جو اپنے خصم کی ہر بات کو مانتے ہوئے خود ہی بغیر کہے کے زیر ہوتے جائیں۔ اس سلسلہ کی اسکی بعض عبارات حسب ذیل ہیں چنانچہ ص ۲۱ پر لکھا ہے= "اللہ تعالی کا فرمان ہے ہم نے جو بتا دیا وہی تجھے معلوم ہے" اھ نیز اسی میں اسی صفحہ پر ہے۔ "جیسے استاد شاگرد کو جو سبق بتاتا ہے وہی شاگرد کو معلوم ہوتا ہے" اھ اسی کے ص ۷ پر لکھا ہے= "جب علم میں مقابلہ ہوا تو فرشتے کہنے لگے ...... ہم کو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہم کو سکھایا ہے" نیز اسی میں ص ۲۲ پر ہے = "اے نبی ﷺ یہ غیب کی خبریں ہیں جن سے آپکو باخبر کر رہے ہیں ورنہ آپ ﷺ بذات خود اور آپکی قوم ان سے لاعلم تھی" اھ............ اسی کے ص ۲ میں ہے۔ "یقیناً جو سادہ لوح مسلمان لاعلمی یا جہالت کی بناء پر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی ولی حتّی کہ ولیوں کی

بلیاں بھی علم غیب جانتی ہے وہ راہ حق ہے'' اھ.......... نیز لکھا ہے آنحضرت ﷺ اپنی نبوت میں بے مثال ہیں'' اھ ملاحظہ ہو (ص ۱۰)...... ائمہ نے فرمایا ''النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب''

(شفاء وغیرہ)

اقول = نوک قلم پر بے ساختہ آیا چاہتا ہے......

الجھا جو پاؤں یار کا زلف دراز میں　　لو آپ اپنے دام میں خود صیاد آ گیا

نیز یہ بھی......

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے　　اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

تعریف علم غیب کے حوالہ سے عذر لنگ کا قلع قمع =

شاید معترض یہاں پر یہ عذر لنگ پیش کرے کہ اس نے یہ سب کچھ بذریعہ وحی اور بالاطلاع علم مانا ہے جو علم غیب نہیں جیسا کہ اس نے خود لکھا ہے علم غیب وہ ہے ہو بغیر کسی واسطہ، وسیلہ، ذریعہ، الہام، کشف، فون، کرامت، معجزہ، وائرلیس، وحی، علامات تجربات کے علاوہ حاصل ہو۔ اھ بلفظہ۔ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۲۷)؟

تو اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ

اولاً = بذریعہ وحی اور باعلام الٰہی بتائے گئے امور پر علم اور غیب کا الگ الگ نیز اکٹھے ''علم غیب'' کا اطلاق بھی اسکے پیشوایان مذہب قاضی شوکانی اور ثناء اللہ امرتسری وغیرہ سے ثابت ہے جیسا کہ ابھی کچھ پہلے باحوالہ جات گزر چکا ہے۔ بلکہ خود معترض کی

منقولہ عبارات میں بھی ذریعہ، وحی کے ساتھ ساتھ غیوب کے متعلق علم اور معلوم کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ پس اسکے باوجود اسکا اس سے مکرنا اسکی ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔

ثانیاً= اس سے قطع نظر اسکا یہ کہنا کہ جو بذریعہ وحی اور اعلام الٰہی سے آئے اس پر علم غیب کا اطلاق درست نہیں۔ محض اسکا دعویٰ ہے جو محتاج دلیل ہے جسکی تا حال اس نے کوئی ایک بھی مطلوبہ معیار کی دلیل پیش نہیں کی بلکہ وہ اسے خالی چھوڑ گیا ہے چنانچہ جہاں اس نے یہ بات لکھی ہے اسکے بعد ایک اور عنوان شروع کر دیا ہے ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۲۷۔۲۸)

ذرہ بھر بھی صداقت اور جرات ہے تو دس بیس یا سو پچاس نہیں، صرف ایک ہی دلیل پیش کر کے دکھائے اور منہ مانگا پائے مگر ہو واضح آیت یا صحیح صریح مرفوع حدیث جیسا کہ پروپیگنڈہ کی حد تک اسکا دعویٰ بھی ہے۔ یہ فرق بھی ملحوظ رہے کہ ایک ہے اعلام الٰہی کے بغیر غیب حقیقی کا مخلوق کو علم نہ ہو سکتا اور دوسرا ہے بذریعہ اعلام الٰہی حاصل شدہ پر علم غیب کے اطلاق کا نادرست ہونا۔ نیز جیسے اس نے ہمیں پابند کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہم آپ ﷺ کے حوالہ سے اَعْلَمُ الْغَیْبَ کے لفظ دکھائیں تو دلیل بنے گی ورنہ نہیں (ملاحظہ ہو ص ۶۲) تو وہ بھی اپنے وضع کردہ اسی اصول کے مطابق ایسی ہی آیت دکھائیں جس میں یہ تصریح ہو کہ "العلم العطائی او الحاصل بالوحی او باعلام اللہ تعالی لا یحل ان یقال له علم الغیب "یا" لایجوز علیہ اطلاق علم الغیب" ورنہ کم از کم اپنے وضعی اصول کو توڑیں اور اصل اصول کی طرف آئیں اور بیان بھی کریں کہ وہ ہے کیا۔ نیز اگر بتلائے

ہوئے کو علم غیب کہنا درست نہیں تو یہ ضرور بتائیے گا کہ آپکے جن بزرگوں نے یہ اطلاق کیا ہے، انکا کیا بنے گا؟۔ کچھ نہ بھی بتائیں تو تعریف علم غیب میں فون اور وائرلیس کے الفاظ یقینی طور پر اسکے وضعی اور بناسپتی ہونے کی دلیل ہیں کیونکہ یا تو یہ ہوگا کہ یہ تعریف قرآن و حدیث میں مصرح ہوگی یا نہیں؟ نہیں ہوگی تو اسکا وضعی ہونا واضح ہوا۔ ہوگی تو اسمیں یہ فون اور وائرلیس والے لفظ بھی ہوں گے یا نہیں؟ صورت اول تو ممکن نہیں کیونکہ یہ چیزیں دور حاضر کی ایجاد اور بدعت ہیں پس صورت ثانیہ ہی متعین ہوئی جو اسکے بدعت ہونے کی دلیل ہے اور وہی اس کے وضعی ہونے کا ثبوت ہے کہ جو چیز اس دور میں تھی نہیں وہ اصلی کیونکر ہوسکتی ہے۔ بہرصورت معترض اپنے اس دعویٰ کو حسبِ دعویٰ خود قرآن وحدیث سے صریحاً ثابت کرے ورنہ شریعت مطہرّہ پر باندھے گئے افتراء و بہتان سے تحریری معذرت کرے کیونکہ جیسا جرم ویسی توبہ۔ (توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية) جب دعویٰ چھاپ دیا ہے تو توبہ بھی تو اسے چھپانے کی بجائے چھپانی ہی پڑے گی۔

باب ششم

قرآنی آیات کے حوالہ سے معترض کے مغالطات کا ترکی بہ ترکی قلع قمع

پیش کردہ آیات واحادیث سے مغالطہ کا ترکی بہ ترکی قلع قمع = معترض نے علم نبی ﷺ کے خلاف کئے گئے اپنے اس باطل اور خودکش دعویٰ کے ثبوت میں بقول خود پندرہ آیتیں اور پندرہ حدیثیں پیش کی ہیں چنانچہ اسکے لفظ ہیں۔ بندہ احقر نے پندرہ قرآنی اور پندرہ حدیث نبوی ﷺ کے دلائل پر ہی اکتفاء کیا ہے" اھ......ملاحظہ ہو(اس بندہ احقر کا کتابچہ ص ۶۳)

پس دیگر تفصیلات کا حق محفوظ اور انہیں دوسرے مناسب وقت پر محول کرتے ہوئے سردست بقدر کفایت خصوصاً معترض کی اپنی تحریرات کی روشنی میں صرف حسب مقتضائے حال ترکی بہ ترکی جواب پر اکتفاء کیا جاتا ہے جو پیش خدمت ہے۔

معترض کی پہلی اور دوسری قرآنی دلیل کا قلع قمع=

معترض نے اپنے باطل دعویٰ کی دلیل میں جو پ ۷ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵ اور پ ۹ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۸ پیش کی ہے انکا جواب دہ وہ خود ہے کیونکہ وہ مخلوق بالخصوص حضور سید الخلق ﷺ کیلئے تعلیم الٰہی سے اپنے کئی بزرگوں سمیت بعض علم غیب مان چکا ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں اسکی باحوالہ تفصیل ابھی گزر چکی ہے خصوصاً اسکے پیشرو مولوی ثناء اللہ امرتسری کی سرکار نبی کریم ﷺ کے متعلق یہ عبارت کہ "اور وہ علم غیب پر بخیل نہیں"

پس اب یہ بتانا معترض کی ذمہ داری بن گیا ہے کہ جب خود اسکے بقول اللہ نے علم غیب کی نفی کراتے ہوئے آپ ﷺ سے "ولا اعلم الغیب" اور "ولو کنت اعلم الغیب" کا اعلان کرایا ہے تو وہ اور اس کے بزرگ علماء آپ کیلئے بعض علم غیب کے کیونکر

قائل ہیں بالفاظ دیگر اگر ان آیتوں کا یہ مطلب ہے کہ آپ ﷺ کو ذاتی عطائی کسی طرح سے کچھ بھی علم غیب نہیں ہے تو آپ کیلئے بعض علم غیب کو مان کر وہ قرآن کے منکر ہوئے یا نہیں؟ اور اگر آپ علیہ السلام کو بعض علم غیب کا دیا جانا حقیقت ثابتہ ہے تو

اوّلاً= اسکا ماخذ اور دلیل کیا ہے؟

ثانیاً = ان آیتوں میں نفی کا کیا مفہوم ہے؟

اگر یہ کہیں کہ وحی اور تعلیم الٰہی سے حاصل ہونے والے کو علم غیب نہیں کہتے؟ تو

اوّلاً= حسب اصول خود صریح آیت اور واضح صحیح حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا کیا ثبوت ہے۔

ثانیاً= اس سب سے قطع نظر یہ محض نزاع لفظی ہوگا۔ کہ آپ اسے صرف علم غیب کہتے نہیں ہیں حقیقت تو آپ نے مان لی ہے۔ پھر کیا اہل سنت تعلیم الٰہی سے ہٹ کر علم غیب للنّبی کے قائل ہیں؟ اگر کہیں ہاں تو انکے ذمہ دار علماء میں سے کس نے کہاں اور کس کتاب میں لکھا ہے۔ پس ان آیتوں سے انکے دعویٰ کی نفی کیونکر ثابت ہوئی۔

معترض کی قرآنی دلیل نمبر ۳۔۴۔۵ کا قلع قمع =

معترض نے اس سلسلہ میں تیسری چوتھی اور پانچویں دلیل کے طور پر جوپ ۹ سورۂ اعراف کی آیت ۱۸۷ اور پ۲۲ سے سورۂ احزاب کی آیت ۶۳ نیز پ ۲۹ سے سورۂ ملک کی آیت ۲۵۔۲۶ پیش کی ہیں وہ بھی اسکے باطل دعویٰ کی کچھ دلیل نہیں اور نہ ہی ہمارے موقف کے کچھ منافی ہیں۔ کیونکہ معترض کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو علم غیب عطاء نہیں کیا جبکہ ان میں سے کسی میں بھی ایسا کوئی لفظ نہیں جس کا یہ معنیٰ ہو باقی "انما علمها عند ربی "اور عنداللہ کے الفاظ بھی اسے کچھ مفید نہیں کیونکہ علم قیامت کے عنداللہ ہونے سے کس کو انکار ہے؟ بحث تو اسمیں ہے کہ اس نے یہ کسی کو عطاء فرمایا ہے یا نہیں تو یہ آیتیں اس سے ساکت ہیں۔ پھر یہ کہ کسی امر کے عنداللہ ہونے کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ وہ اور کے پاس کسی طرح سے نہیں ہوسکتا ورنہ" واللّٰه عندة اجر عظیم "جیسی آیات کا مطلب بھی یہی بنے گا کہ نیک اعمال کا اجر کسی بندے کو نہیں ملے گا جو غلط ہے جس سے کسی کو انکار نہیں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے" فلهم اجرهم عندربهم " نیز اسکا ارشاد ہے۔" فسنو تیه اجراً عظیماً "نیز" ماعندکم ینفدوماعندالله باق "سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے" فافہم" جبکہ حصر محض شان ذات باری تعالیٰ ہی کے حوالے سے ہے جو قطعاً محتاج دلیل نہیں۔

علاوہ ازیں یہ آیات کفار و مشرکین کے لایعنی اعتراضات کے جواب میں اتری تھیں جن کے ذریعے وہ اصل مدعا (وحدانیت الٰہ وغیرہ) سے توجہ ہٹا کر بات کو آئی گئی کرنا

چاہتے تھے جس سے خود معترض کے بزرگوں کو بھی انکار نہیں چنانچہ سورۂ اعراف اور احزاب سے معترض کی پیش کردہ منقولہ بالا آیات کے تحت اسکے پیشرو مولوی داؤد راز گوڑ گانوی نے ترجمہ ثنائی کے حاشیہ صفحہ ۴ اور صفحہ ۲ میں مولوی امرتسری کی تفسیر ثنائی وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "قریشیوں نے استہزاء آنخضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کا اور ہمارا تعلق رشتہ کا ہے قیامت کے آنے کی ہمیں تو تاریخ بتلا دیجئے تا کہ ہم اس کے آنے سے پہلے ہی خبردار ہو جائیں ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی"۔

نیز لکھا ہے = "بعض ایسے منکر و پلید لوگ تھے جو شیطانی وسوسہ کے موافق بطور انکار کے پوچھتے تھے کہ بھلا قیامت کب ہے یعنی اگر قیامت کوئی چیز ممکن ہے تو اسکا وقت مقرر کرو"

ملاحظہ ہو (ترجمہ ثنائی صفحہ ۲۰۸ حاشیہ نمبر ۴۔ صفحہ ۵۱۱۔ حاشیہ نمبر ۲ طبع فاروقی کتب خانہ ملتان)

اقول = معترض کی پیش کردہ سورۂ ملک کی آیت نمبر۔ ۲۶۔ کے الفاظ "وانما انا نذیر مبین" بھی امر بالا کا واضح قرینہ ہیں۔ جنکا واضح مطلب یہ ہے کہ منکرو! میرا جو منصب ہے وہ ہے تمہیں قیامت سے ڈرانا۔ سو اسے میں پورا کر چکا، رہا اس کا معین وقت بتانا؟ تو یہ میرے فرائض منصبی میں شامل اور میرے ذمہ نہیں لہٰذا اصل مدعا کی بات کرو۔

اگر ان آیات کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علم قیامت دیا ہی

نہیں تو ہمارے یہ سوالات معترض کے ذمہ ہمارا واجب الاداء قرض ہیں کہ (۱) رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی چھوٹی بڑی اور پہلی نیز سب سے آخری تمام نشانیاں بتائی ہیں یا نہیں حتیٰ کہ وہ نشانی بھی جس کے بعد دنیا ختم اور قیامت برپا ہو جائے گی؟۔ اگر کہے نہیں تو لکھ کر دے تا کہ ہم اسکے اس جہل بالقرآن والحدیث کو دلائل و براھین کے انبار تلے روند سکیں اور اگر کہے ہاں اور اسکے بغیر کوئی چارۂ کار بھی نہیں تو یہ آپ ﷺ کے علم بوقوع القیامۃ کی روشن دلیل ہے۔ (وھوالمقصود)۔

(۲) علاوہ ازیں اگر پیش کردہ آیتوں کا مفہوم وہی ہے جو معترض نے بیان کیا ہے۔ تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرھما کی ان احادیث کثیرہ صحیحہ شہیرہ سے کیا جواب ہے جن میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ آپ ﷺ نے بہت سے مواقع پر ابتداء آفرینش سے لے کر قیامت تک نیز جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخلہ تک کے جملہ حالات تفصیل سے بیان فرمائے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف (جلد نمبر ا صفحہ ۴۵۳ طبع دہلی و کراچی) میں حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہم میں کھڑے ہو گئے ''فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذلك من حفظہ و نسیہ من نسیہ'' تو آپنے ہمیں مخلوق کے پیدا ہونے کے آغاز سے خبر دینی شروع فرمائی یہاں تک کہ جنتیوں کے اپنے جنتی منازل اور دوزخیوں کے اپنے دوزخی ٹھکانوں مین داخل ہونے تک کے حالات بتا دیئے۔ جس نے اسے یاد رکھا یاد رکھا اور جس نے اسے بھلا دیا بھلا دیا۔

نیز صحیح مسلم (ج ۲ صفحہ ۳۹۰ طبع کراچی) میں حضرت ابو زید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں فجر کی نماز پڑھائی پھر آپ نے ممبر اقدس پر تشریف فرما ہو کر ہم سے ظہر تک پھر نماز ظہر ادا فرمانے کے بعد منبر پر جلوہ گر ہو کر عصر تک پھر عصر کی نماز پڑھانے کے بعد منبر پر جلوہ فگن ہو کر غروب آفتاب تک خطاب فرمایا'' فاخبرنا بما هو كائن الىٰ يوم القيمة '' تو آپ نے ہمیں قیامت تک ہونے والے تمام حالات کی خبر دی (الحدیث)

اس بارے میں بفضلہٖ تعالیٰ دیگر بے شمار دلائل ہیں اور کلام بہت طویل ہے جبکہ مقصود استقصاء نہیں پس اسے دوسرے وقت پر محول کرتے ہوئے اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

معترض کی چھٹی قرآنی دلیل کا قلع قمع =

معترض نے چھٹی قرآنی دلیل کے طور پر پ ۱۷ کی سورہ انبیاء کی آیت ۱۰۸۔۱۰۹ کو بھی پیش کیا ہے جنکا خلاصہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کفار و مشرکین سے فرمایا ''وان ادری اقریب ام بعید ماتوعدون ''۔''مجھے علم نہیں کہ جس کا وعدہ تم سے کیا جارہا ہے وہ قریب ہے یا دور'' اھ ملخّصاً۔ ملاحظہ ہو معترض کا (کتابچہ صفحہ ۱۴۔۱۵) تو یہ بھی معترض منقص کو کچھ مفید نہیں کہ

اولاً = اس میں درایت کی نفی ہے۔علم کی نہیں جبکہ علم و درایت میں زمین و آسمان کا سافرق ہے۔جس سے معترض بھی انکار نہیں کرسکتا ورنہ وہ ان میں مطلقاً ترادف ثابت کر کے دکھائے۔ پس اسکا اسے بمعنی علم لیکر حقیقت علم کی آپ سے نفی کرنا اسکی شدید جہالت اور آنحضرت ﷺ سے سخت عداوت کا نتیجہ ہے۔

ثانیاً = آیت میں مذکور''ماتوعدون'' سے مراد اگر عذاب الٰہی ہو تو معترض کا اس مقصد سے آپ ﷺ سے مطلقاً علم مافی الغد کی نفی کرنا ہوگا جسکا وہ خود جوابدہ ہے کیونکہ بے شمار آیات و احادیث میں مستقبل کی خبریں آپ ﷺ سے منقول و مروی اور ثابت ہیں پس اگر مطلقاً اسکا علم نہیں تھا تو ان سے کیا جواب ہے جیسے جنگ بدر کے وقوع سے قبل آپ ﷺ کا کفار کی شکست و ریخت اور انکے مرنے کی جگہوں کی نشاندھی فرماتے ہوئے اسکی تفصیل آئندہ صفحات میں بھی آرہی ہے۔ نیز قرآن مجید میں حضور سید عالم ﷺ کے شب معراج میں مقتدی بننے والے انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کے بارے

میں صریحاً موجود ہے کہ انہوں نے اپنی اپنی نافرمان اقوام کو ان پر نازل ہونے والے عذابوں کی خبر دی تھی۔ مثلاً سیّدنا صالح علیہ السلام نے فرمایا تھا "تمتعوا فی دارکم ثلٰثة ایام ذلك وعد غیر مکذوب "یعنی تین روز اپنے گھروں میں عیش کرلو یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔ (پ۱۲ ھود ۶۵) پس یہ عقیدہ اگر شرک اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے تو کیا حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق قرآن نے شرک کا سبق دیا (معاذ اللہ) یا یہ صرف حضور سید عالم ﷺ ہی کے حق میں شرک ہے؟ تلك اذاً قسمة ضیزیٰ ۔ اس عقل پر ماتم کرنی چاہئے علاوہ ازیں خود معترض بھی اس صورت میں اسکا جوابدہ ہے کیونکہ وہ اور اسکے بزرگان بھی اسکے حق اور صحیح ہونے کو خود قرآن کے حوالہ سے مان چکے ہیں۔ چنانچہ پ۵ کی سورہ نساء کی آیت ۱۱۳ کے الفاظ "وعلمك مالم تکن تعلم " کا ترجمہ معترض کے پیشرو مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس طرح لکھا ہے۔ "اور تجھے وہ باتیں سکھائی ہیں جو تو نہیں جانتا تھا"۔

اس کے تحت حاشیہ نمبر ۴ میں معترض کے ایک اور پیشوا گوڑ گانوی نے لکھا ہے۔ "شریعت کے احکام یا آئندہ کی خبریں اھ" اور اگر پیش کردہ آیت میں "ماتوعدون " سے مراد قیامت ہو جیسا کہ معترض نے اس کے اردو ترجمہ کے بعد بریکٹ میں لکھا ہے "یعنی قیامت"؟ تو اسمیں بعینہ وہی تفصیل ہے جو اس سے قبل کے عنوان کے تحت گزر چکی ہے۔ (فمن شاء الاطلاع علیه فلیرجع الیه) جو معترض کے ذمہ ہمارا واجب الاداء قرض ہے مگر اسے تنقیص کا مرض ہے جس سے باخبر رہنا اور خود کو اسکے زہر سے بچانا

عوام پر فرض ہے۔ علاوہ ازیں اسی رکوع میں آیت نمبر ۹۷ میں قیامت کے متعلق ہے "واقترب الوعد الحق" یعنی سچا وعدہ قریب آیا پس وعدہ کے قرب و بعد کا معلوم نہ ہونا چہ معنٰی؟

معترض کی ساتویں نام نہاد قرآنی دلیل کا قلع قمع

معترض نے اپنے اس باطل نظریہ کے ثبوت میں پ ۲۶ کی سورہ احقاف کی آیت نمبر ۹ (قل ماکنت بدعاً من الرسل ومااادری مایفعل بی ولا بکم الآیة) سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ''آپ نے واضح فرمادیا کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا'' اھ ملاحظہ ہو (اسکا کتابچہ صفحہ ۱۵۔۱۸۔۱۹) جو معترض کی بارگاہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ میں شدید گستاخی اور اسکی سخت جہالت اور انتہائی کج فہمی کا آئینہ دار ہے۔ معترض نے غلط انداز میں یہ گستاخانہ کلمات لکھ کر یقیناً وہ کر دکھایا ہے جو صدیوں پر محیط عرصہ دراز میں کٹر غیر مسلم بھی نہ کر سکے۔ ابو جہل کی روح بھی خوش ہوگی کہ اسکی سیٹ سنبھالنے اور اسکے مشن کو چلانے والے اور آگے بڑھانے کی صلاحیت رکھنے والوں کے وجود سے ابھی زمین خالی نہیں ہوئی۔ معترض دراصل اپنے ان لفظوں میں اپنے اس تقویۃ الایمانی عقیدہ باطلہ فضیحہ کو بیان کررہا ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد خود حضور سرور کونین ہادی عالم ﷺ کو بھی اپنے انجام کی بھی کچھ خبر نہیں (والعیاذ باللہ) جس سے وہ کل کی خبر کے مطلقاً معلوم نہ ہونے اور اس عقیدہ کے شرکیہ ہونے کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ پس اس تقدیر پر وہ ہمارا جوابدہ ہے اور اسمیں بھی وہی تفصیل ہے جو اسکی چھٹی دلیل کے جواب کے اوائل میں گزری ہے۔ نیز آیت کے ماسبق کی روشنی میں یہ توجیہ واضح کرنا بھی اسکی ذمہ داری ہے کہ ماکنت بدعاً اور وما ادری مایفعل اور اسکے اختتامیہ ان اتبع الا ما یوحی الیّ میں وجہ مناسبت کیا ہے؟

اور اگر اس سے اسکی مراد انجام اخروی ہے نعوذ باللہ تو وہ ہمارا مزید سخت جواب دہ ہے کہ اس صورت میں قرآنی آیات۔ وان لك لاجراً غیر ممنون ۔ ان للمتقین عندربهم جنت النعيم ۔ وللآ خرة خيرلك من الاولىٰ ولسوف يعطيك ربك فترضىٰ۔ ورفعنا لك ذكرك۔ عسىٰ ان يبعثك ربك مقاماً محمودًا۔ فالذين امنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذى انزل معه اولئك هم مفلحون ۔ الا انّ اولياء الله لاخوف عليهم ولا هم يحزنون وغیرھا

آیات جن میں آپ اور آپ ﷺ کے متبعین کے لیے خوشخبریاں اور منکرین کے لئے وعیدات ہیں جو علم کی دلیل ہیں ۔اور معترض کے ترجمہ کے مطابق پیش نظر آیت سے متعارض ہیں ان سے کیا جواب ہے؟

نیز اگر اسکا وہی مطلب ہے جو معترض بیان کر رہا ہے تو پھر اس دین میں رہنے یا خوامخواہ اس کے احکام کی کلفت اٹھانے کا فائدہ ہی کیا ہے جسمیں یہ پتہ ہی نہ ہو کہ اتنی تکالیف اٹھانے کے باوجود یہ کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ تمہارا بنے گا کیا ؟ پس وہ خوامخواہ اسمیں شمولیت کی زحمت کیوں گوارا کئے ہوئے ہے اور وہ اس سے بستر گول کیوں نہیں کر جاتا؟

معترض کی آٹھویں نام نہاد قرآنی دلیل کا قلع قمع

معترض نے آٹھویں قرآنی دلیل کا عنوان بنا کر اسکے نیچے سورۂ کہف کی آیات نمبر ۲۳، ۲۴ (ولا تقولنّ لشیء انی فاعل الخ) درج کر کے اس سے وجہ استدلال کو یوں بیان کیا = ''اپنی مرضی سے کل کی خبر دینے کا وعدہ کیا تو وحی کا آنا بند ہو گیا اور آئندہ کیلئے کل کی خبر دینے سے منع فرما دیا گیا یعنی جو علم غیب رکھتا ہے وہ کل کی مہلت نہیں لیتا بلکہ فوراً جواب دیتا ہے اھ ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۵۔۱۶۔۱۹) جسکا جواب یہ ہے کہ (۱) معترض عنید نے جو حضور نبی حمید ﷺ کے بارے میں یہ لکھ کر کہ ''اپنی مرضی سے کل کی خبر دینے کا وعدہ کیا تو وحی کا آنا بند ہو گیا الخ'' اسے قرآنی دلیل قرار دیا ہے وہ اس کا سفید جھوٹ ہے کیونکہ ان آیتوں میں ایسا کوئی مضمون سرے سے ہے ہی نہیں کہ آپ نے کل کی خبر دینے کا وعدہ کیا''

(۲) اگر معترض یہ کہے کہ یہ اسکی شان نزول ہے تو یہ روایت ہوئی آیت نہیں مگر اسکا اس نے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا پس اگر وہ قرآن وحدیث پر چلنے کے دعویٰ میں سچا ہے تو مکمل سند کے ساتھ اس حدیث کا مستند ثبوت مہیا کرے ورنہ حسب اصول خود اس جھوٹ سے توبہ کرے۔

(۳) پھر محض روایت کا لکھ دینا کافی نہیں ہوگا بلکہ اس کے ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثبوت دینا ہوگا کہ آپ ﷺ نے اگلی صبح بتانے کا محض اس لئے کہا تھا کہ آپ کو اسوقت معاذ اللہ علم نہیں تھا اس میں کوئی اور حکمت نہ تھی کیونکہ یہ بھی ایک دعویٰ ہے اور اسے

آپ ﷺ سے نسبت دینا گویا مزید ایک اور حدیث کو آپ ﷺ سے منسوب کرنا ہے جبکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے (من کذب علیّ متعمّدا فلیتبوأ مقعده من النّار) جو مجھ پر عمداً جھوٹ بولے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ سمجھے۔ خلاصہ یہ کہ اگر یہ مطلب سرکا ﷺ نے بیان فرمایا ہے تو اسکا ثبوت درکار ہے اگر نہیں فرمایا تو یہ معترض کی اپنی خود ساختہ بات ہوئی جو اس نے آپ ﷺ کی ذات اقدس سے منسوب کی اور بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے پس وہ اس سے توبہ کر لے۔

(۴) علاوہ ازیں معترض اپنے اسی کتابچہ (کے صفحہ ۵۹) میں لکھ چکا ہے کہ ''وحی کے بغیر پیارے نبی ﷺ بولتے ہی نہ تھے،،۔ پس اس تقدیر پر بر تقدیر تسلیم روایت یہ اعتراض حضور نبی کریم ﷺ پر نہیں بلکہ خود خدا پر ہوگا کیونکہ جب ''آپ ﷺ وحی کے بغیر بولتے ہی نہ تھے،، تو آپ نے بقول معترض اگلی کل خبر دینے کا جو وعدہ کیا تھا تو وہ بھی از خود نہیں اللہ نے ہی آپ کو ایسا کرنے کا امر فرمایا تھا۔ پس اسکے ہم نہیں خود معترض ہی ہمارا جوابدہ ہے اب پتہ چلے گا کہ معترض خدا پر کیونکہ ہاتھ صاف کرتا ہے۔

ولنعم ما قاله امام اهل السّنة ۔

اشراک بمذ ہے کہ تا بحق بہ رسد   مذ ہے معلوم وصاحب مذہب معلوم

معترض کی نویں خود ساختہ قرآنی دلیل کا قلع قمع =

معترض نے اپنی دعویٰ نفی کی دلیل میں (پارہ ۱۰) سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۴۳ بھی پیش کی ہے مگر اس نے وجہ استدلال بیان نہیں کیا۔ اگر وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے منافقین کی حیلہ سازی کی بناء پر انہیں جنگ میں شرکت نہ کرنے کی اجازت دے دی تھی تو معترض قرآن کے الفاظ یا خود رسول اللہ ﷺ کا انہیں اجازت دے دینا معاذ اللہ اس وجہ سے تھا کہ آپ کو ان کے جھوٹ کا علم نہیں تھا اسکے بغیر یہ معترض کا آپ ﷺ پر افتراء اور جھوٹ ہے جس کا حکم ابھی گزرا کہ اسکی سزا جہنم ہے۔ ہے ثبوت تو پیش کرے ورنہ اس جھوٹ سے توبہ کرلے ورنہ جائے اپنی منزل کو۔

تعجب ہے کہ معترض کی بولی خود اس کے اپنے بڑوں سے بھی نہیں ملتی۔ چنانچہ پرانے دور کے ثناءاللہ نے آیت ھٰذا کے ابتدائی الفاظ "عفا اللّٰه عنك" کو دعائیہ جملہ مان کر اسکا ترجمہ یوں کیا "خدا تجھے معاف کرے"۔ جبکہ معترض نے اسے جملہ خبریہ قرار دے کر اسطرح اسکا ترجمہ لکھا ہے۔ "اللہ تعالیٰ نے آپکو معاف تو کردیا ہے"، پھر اس سے متصل "لیکن"، کے لفظ کا اضافہ کر کے مجرمانہ خیانت کا ارتکاب بھی کیا ہے جو آیت میں نہیں (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶)

علاوہ ازیں اسکے پیشوا مولوی گوڑ گانوی نے آپ ﷺ کے منافقین کو مذکورہ اجازت مرحمت فرمانے کو آپ کے اخلاق کریمانہ اور آپکی رافت و رحمت پر محمول کیا ہے جبکہ معترض اسے بزور عداوت زبردستی آپ ﷺ کی معاذ اللہ لاعلمی پر محمول کرتا ہے پس

دونوں میں ایک تو ضرور سچا اور دوسرا جھوٹا ہوگا جسے ہم معترض کے فیصلہ پر چھوڑتے ہیں جو چاہے بنے۔ چنانچہ گوڑ گانوی صاحب موصوف کے لفظ ہیں۔

''مقصود یہ تھا کہ جھوٹی اور سچی مجبوریاں سنائیں گے کہ پیغمبر اسلام کا اخلاق ایسا نہیں کہ کسی کو مجبور کر کے لے جانا چاہیں ان کی رحمت ورافت ہمیشہ رسی ڈھیلی چھوڑ دیتی ہے وہ یہی کہیں گے کہ مجبور ہو تو نہ چلو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پیغمبر اسلام ﷺ ان کے حیلے بہانے سنتے اور یہ دیکھ کر کہ بخوشی چلنے کیلئے تیار نہیں کہہ دیتے اچھا تمہیں رخصت ہے .... ان آیات میں انہی واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے،، ملاحظہ ہو (ترجمہ ثنائی صفحہ ۲۳۲ سورۃ توبہ آیت نمبر ۴۳ حاشیہ نمبر ۱ بحوالہ معالم وثنائی)

معترض کی نام نہاد دسویں قرآنی دلیل کا قلع قمع

معترض نے اپنے دعوی باطل کی دسویں نام کی دلیل پیش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۱ میں اپنے نبی ﷺ کو منافقین کے متعلق فرمایا (ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم الآية) اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں کہ وہ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں آپ انکو نہیں جانتے انکو ہم جانتے ہیں (ملخصاً۔ (ملاحظہ ہو کتابچہ صفحہ نمبر ۱۷۰)

جسکا جوابدہ خود معترض ہے کیونکہ سورۂ محمد ﷺ جو سورۂ توبہ سے عرصہ دراز قبل نازل ہوئی تھی اسکی آیت نمبر ۳۰ میں پہلے سے فرما چکا ہے "ولتعرفنهم في لحن القول "۔ جسکا ترجمہ معترض کے پیشرو مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اسطرح کیا ہے "تو ان کے طرز گفتگو میں انکو پہچان لیتا ہے " ملاحظہ ہو (ترجمہ ثنائی صفحہ ۶۱۱ طبع ملتان)۔ پس اگر لا تعلمهم میں علم بمعنی دانستن کی نفی ہے تو ولتعرفنهم کا کیا مفہوم ہوا؟ بالفاظ دیگر اللہ جس امر کی پہچان آپ کو پہلے سے کرا چکا ہے اب اسکی نفی کے کیا معنیٰ ؟

علاوہ ازیں خود اسی سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۸۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ولا تصلّ علىٰ احد منهم مات ابداًولاتقم علىٰ قبره الآية " یعنی منافقین میں سے جو بھی مر جائے آپ کبھی بھی نہ تو اسکی نماز جنازہ پڑھیں اور نہ اسکی قبر پر جائیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کو منافقین کا معاذ اللہ علم نہیں تھا تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر کیونکر عمل پیرا ہوئے ؟ آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے تب ہی بچ

سکتے تھے کہ جب آپ کو ایک ایک کر کے علم ہو ورنہ اس پر عمل کی ممکنہ صورت کیا بنے گی ؟واضح آیت اور صحیح صریح مرفوع حدیث سے صرف ایک حوالہ درکار ہے۔

علاوہ ازیں خود معترض نے ڈنکے کی چوٹ پر یہ تسلیم کیا ہے کہ ''تمام خوبیاں اوصاف و خصائص جو تمام نبیوں اور رسولوں میں انفرادی طور پر موجود تھے وہ سارے خصائص خاتم الانبیاء میں جمع فرما دیئے اور علم وحکمت میں آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کو سب سے اعلیٰ اکمل احسن ، الحبیب بنا دیا،، اھ۔ ملاحظہ ہو (معترض کا کتابچہ صفحہ نمبر ۱۰)

جو اپنے اس مفہوم میں نہایت درجہ واضح ہے کہ آپ ﷺ کا علم تمام انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کے مجموعہ علم سے زائد اور مزید وہ بھی حاصل ہے جو کسی اور کو نہیں ملا۔ یہ بقلم خود اس امر کا اقرار ہے کہ آپ ﷺ جملہ منافقین کو بالتمام والکمال جانتے تھے کیونکہ یہ بھی اسکو تسلیم ہے کہ گزشتہ انبیاء علیہم السلام میں ایک نبی ایسے گزرے ہیں جن کو چودہ طبقوں کی ہر چیز کا مکمل علم تھا اور کامل پہچان تھی جس میں ظاہر ہے منافق مخلص سنی وہابی سب شامل ہیں اور وہ حضرت ابوالبشر سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہیں جسکی مع مالہ وما علیہ مکمل تفصیل مع حوالہ جات کچھ پہلے گزر چکی ہے جسکے اعادہ کی حاجت نہیں اسے وہیں ملاحظہ کیا جائے۔

معترض کی گیارھویں نام کی قرآنی دلیل کا قلع قمع

معترض نے اپنے اس دعویٰ کی گیارہویں دلیل پ ۲۸ کی سورۃ تحریم کی آیت نمبر ا(یا یھا النبی لم تحرم الآیۃ) کو بناتے ہوئے لکھا ہے "اگر نبی اکرم ﷺ کو علم غیب ہوتا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے منع کر دینا ہے تو کبھی بھی اپنے اوپر شہد حرام نہ کرتے"، اھ ملاحظہ ہو (کتابچہ ص ۱۹ اص ۲۰)

اسکا جواب یہ کہ اسکا جوابدہ بھی خود معترض ہی ہے کیونکہ اس نے یہ کہہ کر کہ "اگر علم ہوتا تو کبھی شہد حرام نہ کرتے" اسکا دعویٰ اور ایسی بات ہے جسے اس نے نبی ﷺ سے منسوب کیا ہے جسکی کوئی دلیل اس نے پیش نہیں کی پس اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں ذرہ بھر بھی سچا ہے تو اسکا ثبوت پیش کرے کہ شہد کی تحریم کی وجہ معاذ اللہ لاعلمی تھی ورنہ اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرے پھر توبہ کی توفیق ہو تو کر لے ورنہ جائے اپنے گھر اور لے جائے اپنی کمپنی کو بھی اپنے ساتھ۔

علاوہ ازیں پیش کردہ آیت میں شہد کے حرام کرنے کا کوئی ذکر نہیں پس اسکا اسے قرآن سے منسوب کرنا اسکا ایک اور جھوٹ ہوا۔ نیز وہ خود لکھ چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تحریم کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ "تبتغی مرضات ازواجك"، آپ اپنی بیویوں کی رضا حاصل کرنا چاہتے تھے"، (ملاحظہ ہو کتابچہ صفحہ ۱۹-۲۰) پس اسکا اسکی وجہ لاعلمی بتانا اسکا بقلم خود افتراء و جھوٹ قرار پایا۔

علاوہ ازیں وہ خود مان چکا ہے کہ اس تحریم سے مراد قسم اٹھانا ہے چنانچہ اسکے لفظ

ہیں ’’آنحضرت ﷺ نے اپنے اور پر شہد کھانا حرام کرلیا یعنی نہ کھانے کی قسم اٹھائی،، ملاحظہ ہو (کتابچہ ص ۲۰)

جسکا واضح مطلب یہ ہوا کہ محبوب آپ اپنی ازواج کو خوش کرنے کیلئے خود کو اپنی پسند کی چیز چھوڑ کر کلفت میں کیوں ڈالتے ہیں۔ وہ آپ کی پابند ہیں آپ ان کے پابند نہیں جس سے سرکار ﷺ کی عظمت اور عنداللہ مقام رفیع کا پتہ چلتا ہے مگر برا ہو نبی دشمنی کا کہ معترض نے جو بات شان تھی ہاتھ کی صفائی سے کیا سے کچھ بنا کر پیش کر دیا۔ اب یہ کہنا پڑے گا کہ جس خدا کو اپنے محبوب کا شہد چھوڑنے کی زحمت اٹھانا بھی گوارا نہیں۔ انکے وسیع علم پر اعتراض بھی یقیناً اس کے لیے باعث ایذاء ہے جسکا حکم قرآن میں یوں بیان ہوا ’’ان الذین یؤ ذون اللّٰہ و رسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاٰ خرۃ واعد لھم عذاباً مھیناً،،۔ پس غور فرمائیں معترض کو نبی ﷺ پر اعتراض کہاں سے کہاں لے گیا۔ نعوذ باللہ من غضبہ وغضب رسولہ (جل جلالہ و ﷺ)

معترض کی بارھویں نام نہاد قرآنی دلیل کا قلع قمع=

معترض نے اس سلسلہ کی بارھویں نام نہاد قرآنی دلیل کے طور پر پ۶ کی سورۃ نساء کی آیت نمبر۱۶۴ کو پیش کیا ہے جو اسکی کج فہمی کا نتیجہ ہے ورنہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خدا داد علم شریف کی روشن دلیل ہے پھر لطف یہ کہ وہ اسکا اقرار بھی کر رہا ہے پس اگر یہ عقیدہ شرکیہ ہے تو سب سے بڑا مشرک بقلم خود وہ خود ہی ہے۔

چنانچہ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے اس نے خود لکھا ہے ۔"(اے نبی ﷺ) آپ سے پہلے کئی رسولوں کے واقعات آپ سے بیان کر دیے ہیں،، اھ ملاحظہ ہو (ص۲۰)۔پس جب وہ رسول اور انکے حالات غیب ہیں اور اللہ نے آپ کو بتا دیئے تو یہ عطائی علم غیب کا بیّن ثبوت ہوا۔اسکے بعد معترض نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔"ہم نے جو بتا دیا وہی تجھے معلوم ہے،،....... "استاد شاگرد کو جو سبق بتا تا ہے وہی شاگرد کو معلوم ہو تا ہے،، ملاحظہ ہو(ص۲۱) جو اسکا واضح اقرار ہے۔

رہا یہ فرمانا کہ" ور سلالم نقصصهم علیك " ؟ تو یہ بھی اسے کچھ مفید نہیں کیونکہ اس سے مراد وحی جلی کے حوالہ سے ان کے حالات و واقعات کا عدم بیان نہیں اور وہ نفی بھی محض ماضی سے متعلق ہے مستقبل میں کسی طرح سے انکے بیان کی نفی قطعاً اسمیں مصرح نہیں۔جیسے بہت سے احکام قرآن میں بیان فرمائے گئے پھر انکی تفاصیل احادیث میں ملتی ہیں جیسے نماز پنجگانہ وغیرہ۔

جبکہ احادیث کے ذخیرہ میں اسکا ثبوت موجود ہے جسکے عمدہ دلائل میں حدیث

معراج بھی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے جملہ انبیاء ورسل کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی امامت فرمانے کا ذکر پایا جاتا ہے(رواہ الامام احمدومسلم والنسائی وابن ابی حاتم وغیرھم عن جماعۃمن الصحابۃکابن مسعود وانس وابی ہریرۃ وغیر ھم رضی اللہ عنھم اجمعین و لفظ مسلم "فحانت الصلوۃ فا ممتھم ۔ وعند الآخرین"فجمع لی الانبیاء علیھم السلام فقدمنی جبریل علیہ السلام حتیٰ ا ممتھم ،،وفی لفظ "فاذا النبیون اجمعون ،،وفی روایۃ "دخلت المسجد فعرفت النبیین من بین قائم وراکع وساجد)

معترض کی تیرھویں نام نہاد دلیل کا قلع قمع

معترض نے اپنے اس دعویٰ کی جو تیرھویں دلیل پیش کی ہے وہ پ۲۰ کی سورۃ نمل کی آیت نمبر ۶۵ ہے جسے اس نے کلمہ طیبہ کے حصہ اول لا الٰہ الا اللہ کی مانند قرار دیکر مخلوق کیلئے علم غیب کو ماننے کو شرک قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (کتابچہ ص ۲۱ ص ۶)

یہ بھی اسے ہی مضر ہے کیونکہ

اولاً = اسکا کوئی ایک بھی ایسا لفظ نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو کہ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو علم غیب عطا نہیں فرمایا پس یہ اسکا دعویٰ خاص ہوا اور دلیل عام جو خود اسکے مذہب کے اصولوں کے خلاف ہے چنانچہ وہ حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بابت ممانعت رفع الیدین (مالی اراکم رافعی ایدیکم) کے بارے میں یہی بہانہ بنا کر اسے رد کیا کرتے ہیں نیز اگر عموم واطلاق سے استناد کے قائل ہوتے تو آیت کریمہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیۃ وغیرھا کو دعا بعد نماز جنازہ کی دلیل سمجھتے ہوتے۔

ثانیاً = مضمون آیت کو لا الٰہ الا اللہ کے مضمون کے قبیل سے قرار دینے کا واضح مطلب یہ ہے کہ اسمیں مخلوق سے اس علم غیب کی نفی ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے یعنی قدیم ازلی وابدی بالفاظ دیگر ذاتی علم غیب جو ہمارا ہی مؤید ہے کیونکہ ہم مخلوق خصوصاً حضور سید الخلق ﷺ کیلئے قدیم ازلی ابدی یعنی ذاتی علم غیب کے قطعاً قائل نہیں بلکہ آپ کا علم بھی عطائی، خداداد، مخلوق الٰہی ہے۔

ثالثاً = معترض اور اس کے پیشوایان مسلک حضور سید عالم ﷺ کیلئے بعض علم

غیب کے بذریعہ وحی واعلام الٰہی حاصل ہونے کے قائل ہیں پس اگر یہ عقیدہ مشرکانہ اور قرآن کے خلاف ہے تو سب سے پہلے اسکے جوابدہ وہ خود ہی ٹھہرے کہ اسکے بقول قرآن کے مطابق علم غیب اللہ کے سوا کسی کو کچھ بھی حاصل نہیں تو انہوں نے مخلوق کیلئے بعض علم غیب کی گنجائش کہاں سے اور کیوں نکالی؟

مکمّل تفصیل سے اسکے حوالہ جات گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں۔مزید سنئیے پیش کردہ آیت کے تحت معترض کے پیشرو مولوی داؤد راز گوڑ گانوی نے مولوی امرتسری کی تفسیر ثنائی وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے۔

"کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات، بدون عطاء الٰہی کے ہوسکتا ہے...... ہاں بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے جسکی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرمایا یا غیب کی خبر دے دی ملاحظہ ہو (ترجمہ ثنائی ص ۴۵۸ حاشیہ ۳ طبع فاروقی کتب خانہ ملتان)

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

معترض کی چودھویں نام کی قرآنی دلیل کا قلع قمع

معترض نے اس سلسلہ کی چودہویں دلیل پ۱۱ کی سورۃ یونس کی آیت نمبر ۲۰ (فقل انما الغیب للہ) پیش کی ہے ٹائیٹل پر اسکا ترجمہ یوں لکھا ہے۔''بیشک غیب صرف اللہ کیلئے ہے''

اور کتابچہ کے ص ۲۱ پر اسکا ترجمہ اسطرح کیا ہے۔(اے رسول) آپ فرمادیجیے کہ ہر قسم کا غیب صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے (ذاتی ہو یا عطائی ہو) جسکے کئی جواب ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

(۱) انما کلمہ حصر ہے جسکا ترجمہ ''بیشک،، کرنا درست نہیں بلکہ قبیح جہالت ہے (کمامر سابقاً)
(۲) معترض خود اسکا جوابدہ ہے کیونکہ اسکے کئی پیشرو بمع خود حضور سیّد عالم ﷺ کیلئے بتعلیم الٰہی بعض علم غیب کے قائل ہیں پس جب ہر قسم کا غیب اللہ ہی کیلئے ہونا فیصلہ قرآن ہے تو مخلوق کیلئے بعض علم غیب کیوں اور کیسے؟ (۳) علاوہ ازیں ہر قسم کے غیب کا مالک اللہ ہے تو سوال یہ ہے کہ جب وہ رحیم کریم جواد اور مختار و قادر بھی ہے تو وہ اپنے محبوب و مقرب بندوں کو اس سے نواز کیوں نہیں سکتا۔ الغرض اسکا کوئی ایسا لفظ تو نہیں جسکا یہ مطلب ہو کہ وہ علم غیب کسی کو نہیں دیتا یا اس نے کسی کو عطا نہیں فرمایا البتہ ''للہ،، کی لام سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اسکی عطاء برحق ہے۔ (۴) معترض کا یہ ترجمہ انتہائی مضحکہ خیز ہے کیونکہ اسکے الفاظ کا مفہوم یہ بن رہا ہے کہ ہر قسم کی پوشیدگی اللہ سے ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔
(۵) علاوہ ازیں معترض نے اپنے اس ترجمہ میں ذاتی کے ساتھ ساتھ عطائی علم غیب کو بھی

اللہ تعالیٰ کا خاصہ شمار کیا ہے جو اسکی شدید جہالت ہی نہیں کلمہ کفر بھی ہے جس سے توبہ کرنا اس پر فرض اور جواب دینا ہمارا واجب الاداء قرض ہے کیونکہ ذاتی اور عطائی ایک دوسرے کی ضد ہیں پس وہ دونوں جمع کیسے ہو سکتے ہیں۔

نیز عطائی وہ ہوتا ہے جو کسی کا دیا ہوا ہو پس عطائی کے اللہ سے خاص ہونے کا معنیٰ یہ بنے گا کہ اللہ کا علم اپنا نہیں بلکہ کسی اور کا مرہون منّت اور کسی اور کا دیا ہوا ہے جسکے کفر ہونے میں کسی احمق جاہل کو بھی کچھ شبہ نہیں ہو سکتا فضلاً عن عاقل فاضل۔

معترض کی پندرھویں نام نہاد قرآنی دلیل کا قلع قمع

معترض نے پندرھویں اور آخری نام نہاد قرآنی دلیل کے طور پر پ۱۲ کی سورۃ ہود کی آیت نمبر ۴۹ کو پیش کیا ہے جو اس طرح ہے۔ ''تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ما كنت تعلمها انت و لا قومك من قبل هذا '' ملاحظہ ہو (کتابچہ ص۲۲) جو درحقیقت عطائی علم غیب کی روشن دلیل ہے جسے کج فہمی، جہالت، تلبیس یا تجاہل سے معترض نے نفی کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے جسکی جتنی مذمت کی جائے اتنی ہی کم ہے۔ اس جیسے ہی کسی موقع پر کسی نے کیا خوب ہی کہا تھا۔ ''چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

لطف یہ کہ اس سب کا اقرار خود معترض نے ترجمہ پھر تبصرہ کر کے بھی کر لیا ہے۔

پس یہ انکی ڈھٹائی نہیں تو اور کیا ہے۔

خود ہی قتل کرے ہے اور خود ہی لے ثواب الٹا۔

چنانچہ اسکا ترجمہ اس طرح لکھا ہے'' یہ غیب کی چند خبریں ہیں (اے رسول) جن کی وحی ہم آپ کی طرف کرتے ہیں اس سے پہلے نہ آپ انہیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی'' ملاحظہ ہو (صفحہ۲۲)

جسکا واضح مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے بعد آپ غیب جانتے ہیں چنانچہ یہ مطلب اس نے خود بھی بیان کیا ہے۔ لکھتا ہے'' بتایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ یہ غیب کی خبریں ہیں جن سے آپکو باخبر کر رہے ہیں ورنہ آپ ﷺ بذات خود اور آپکی قوم ان سے لا علم تھی'' ملاحظہ ہو (ص۲۲)

غور فرمائیں اپنی اس منقولہ عبارت میں معترض نے بڑی سادگی کے ساتھ وہ سب کچھ مان لیا جسے وہ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ رد کرنے کو چلا تھا چنانچہ بذات خود کہہ کر ذاتی کی نفی مان لی۔ ''باخبر کر رہے ہیں'' لکھ کر عطائی کا اقرار کر لیا۔ پھر اس بتائے ہوئے کو وحی نیز غیب کہہ کر یہ بھی تسلیم کر لیا کہ بذریعہ وحی نیز تعلیم الٰہی سے حاصل شدہ علم پر بھی غیب کا اطلاق درست ہے سبحان اللہ! مناظر ہوں تو ایسے ہوں جو اپنے خصم کو کچھ زحمت دیئے بغیر خود ہی زیر ہوتے چلے جائیں۔

باب ہفتم

علم عطائی کے خلاف واویلا کا قلع قمع

علم عطائی کے خلاف نام نہاد دلائل کا قلع قمع

معترض نے قرآنی دلائل کے عنوان کے اختتام پر ''مشرکین و اہل بدعت کا دھوکہ،، کا عنوان قائم کر کے علم غیب عطائی کو فراڈ اور دھوکہ قرار دیا اور اپنے اس دعویٰ کے اثبات میں مزید دو آیتوں سے استدلال کیا ہے جن میں سے ایک سورۂ کہف کی آیت نمبر ۲۶ اور دوسری سورۂ یٰسین شریف کی آیت نمبر ۶۹ ہے۔ پس جہاں تک اسکا علم غیب عطائی کی تاویل کو دھوکہ اور فراڈ قرار دینے کا تعلّق ہے؟ تو اسکی یہ بدزبانی کوئی نئی بات نہیں بلکہ قلبی مسرت ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کی شان و عظمت کیلئے اہل تنقیص کی یاوہ گوئیوں کے آگے ڈھال بنادیا۔ پھر اگر یہ واقعہ دھوکہ اور فراڈ ہے تو سب سے بڑے دھوکہ باز اور فراڈیے معترض کے وہ اکابر اور خود معترض ساب بھی ہیں جنہوں نے ذاتی عطائی کی اس تقسیم کو تسلیم کیا ہے چنانچہ فتاویٰ اہلحدیث (ج ا ص...) سے معترض کے پیشرو عبداللہ روپڑی کے یہ لفظ گزشتہ سطور میں نقل کیے جا چکے ہیں کہ ''خدا کا علم ذاتی ہے اور انبیاء کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے........ علم غیب وھبی،، اھ ملخصاً۔ جبکہ 'وھبی' عطائی کا مترادف و ہم معنیٰ ہے۔

نیز سورۃ نمل کی آیت نمبر(   ) کے تحت ترجمہ ثنائی کے حاشیہ میں تفسیر ثنائی وغیرہ کے حوالہ سے بالذات اور عطاء الٰہی کے الفاظ بھی نقل کیے جا چکے ہیں بلکہ خود معترض نے بھی ''بذات خود لاعلم،، کے الفاظ استعمال کیے ہیں (ملاحظہ ہو کتابچہ ص ۲۲) جو'' بالعطاء علم'' کے مفہوم میں ہیں۔

آیت کھف سے استدلال کا قلع قمع

رہی اس سلسلہ میں معترض کی پیش کردہ آیت کہف؟ تو اس کیلئے اتنا بھی کافی ہے کہ معترض نے اسکا وہ معنیٰ کیا ہے جسکی گزشتہ چودہ صدیوں میں نظیر نہیں ملتی اور جب اسے کوئی دلیل اپنے اس باطل دعویٰ کے اثبات کیلئے نہ مل پائی تو ''خوئے بدرا بہانہ بسیار،، کے پیش نظر یہود عنود کی روش پر چلتے ہوئے آیت میں معنوی تحریف کر ڈالی چنانچہ آیت مذکورہ کے الفاظ و لا یشرک فی حکمه احدا کا ترجمہ یہ لکھ مارا'' اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی کو علم غیب میں شریک کرتا ہے،، (ملاحظہ ہو اسکا کتابچہ ص ۲۳) معترض ضمیر کا ترجمہ بھی چھوڑ گیا ہے جو اسکی جہالت ہے۔ جو تفسیر بالرّای ہے جسکے متعلّق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی ہے''من فسر القرآن برایه فقد کفر ''یعنی جس نے قرآن کی تفسیر میں اپنی رائے داخل کی وہ پکا کافر ہے رواہ الترمذی وغیرہ۔

ورنہ آیت کے الفاظ ''فی حکمہ '' میں حکم کا ترجمہ علم غیب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا اسکے رسول ﷺ نے یا یہ اسکا لغوی معنیٰ ہے؟ ہے ثبوت تو پیش کرے۔ نہیں تو توبہ کر لے اسکی مرضی۔ جہنم میں جائے اسکی مرضی۔

علم شعر کی تحقیق=

رہی سورۃ یٰسین شریف کی آیت وما علمنه الشعروما ینبغی له الآیة ۔
جسکا ترجمہ معترض نے اسطرح کیا ہے ''اور نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سیکھائے اور نہ ہی اس کے لائق ہے'' اھ (ملاحظہ ہو ص ۲۴) تو یہ بھی اسکی جہالت قبیحہ کا نتیجہ ہے کیونکہ اسکا دعویٰ علم غیب کے متعلق ہے جبکہ شعر کا علم غیب سے کوئی تعلق نہیں ۔ اگر شعر کی نفی، علم غیب کی نفی کی دلیل ہے تو اسکا ثبوت علم غیب کا ثبوت ہوگا اور تمام شعراء معترض کے طور پر عالم الغیب قرار پائیں گے ۔ پس شعر، علم غیب نہیں تو معترض کی دلیل غلط ہوئی ۔ علم غیب ہے تو وہ بقلم خود بہت ہی بڑا مشرک ہوا کیونکہ وہ اس سے ایک دو، دس، بیس اور سو پچاس نہیں اربوں کھربوں شعراء کو علماء الغیوب مان چکا ہے ۔

باقی اس سے یہ سمجھنا بھی اسکی سخت جہالت ہے کہ آپ ﷺ کو کلام منظوم کی پہچان نہیں دی گئی کیونکہ آیت ہٰذا میں بنیادی طور پر الشعر سے مراد کلام منظوم مراد نہیں بلکہ کلام منظوم کے ماخذ کی نفی مراد ہے جو وہم اور کذب ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ ہم نے آپکو جس کلام سے نوازا ہے وہ وہمی خیالی نہیں کہ کذب ہو بلکہ وہ ترجمان حق و حقیقت ہے جسکی دلیل اس آیت کا اگلا حصہ بھی ہے جسے معترض، شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گیا ہے اور وہ یہ ہے ''ان هو الا ذکر و قرآن مبین ''یعنی وہ تو محض نصیحت اور قرآن مبین ہے اگر الشعر سے مراد کلام منظوم ہو تو آیت کا یہ آخری حصہ اس سے مربوط نہیں رہتا کیونکہ اشعار بھی تو نصیحت پر مبنی ہوتے ہیں جیسا کہ پند نامہ، نصیحت نامہ، اور تحفہ نصائح کتابیں اسکی واضح دلیل ہیں ۔ جو

منظوم ہیں ورنہ اسکا کیا مطلب بنے گا کہ قرآن شعر نہیں بلکہ نصیحت ہے۔علاوہ ازیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ہے کہ بعض کفار ومشرکین حضور ﷺ کو شاعر کہتے تھے جب یہ امر حقیقت ثابتہ اور نہایت واضح تھا کہ آپ ﷺ شاعری اور شعر گوئی بمعنی معروف کرتے ہی نہیں تھے تو ان کا آپ کو شاعر کہنے کا کیا معنیٰ ؟ کیا وہ لوگ اتنا بے وقوف تھے کہ انہیں نظم و نثر کا فرق بھی معلوم نہیں تھا؟ چنانچہ پ ۱۷ الانبیاء آیت نمبر ۵ میں ہے بل هو شاعر۔ نیز پ ۲۹ سورۃ الحاقہ آیت نمبر میں ہے= ''انہ لقول رسول کریم وما هو بقول شاعر'' نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے قصہ میں ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی کو حضور ﷺ کے ہاں حالات کا جائزہ لیکر آنے کی غرض سے پوچھا انکے بھائی نے واپس آکر انہیں بتایا'' رایتہ یا مر بمکارم اخلاق وکلاما ما هو بالشعر" یعنی میں نے آپ کو بزرگ اخلاق کا حکم دیتے دیکھا اور آپ سے ایسا کلام سنا جو شعر نہیں ملاحظہ ہو(صحیح بخاری ج ا ص ۵۴۴۔۵۴۵ طبع اصح المطابع)

وبطریق اٰخر=

اسے یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ شعر گوئی میں چونکہ زیادہ تر تخیل کا دخل ہوتا ہے اور تخیلات غلط بھی ہو سکتے ہیں خصوصاً جبکہ کسی متعین کلام منثور سے ہٹ کر نظم کی زبان میں مضمون تشکیل دینا ہو اسلئے ایسے کلام عموماً جھوٹ پر مبنی یا کم از کم کذب آمیز ضرور ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو شعر گوئی سے دور اور محفوظ رکھا پس اس صورت میں پیش نظر آیت شعر سے نتیجہ شاعری مراد قرار پائیگا اور اسکا مفہوم یہ بنے گا کہ ہمارا

یہ کلام ہمارے محبوب کا خودساختہ اور شعر (جھوٹ اور باطل) کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ ہم نے انہیں شعر گوئی کے فن کی مہارت اور اسکا ملکہ ہی نہیں دیا اس تقدیر پر علم بمعنی ملکہ ہوگا جو عربی میں مروج اور ثابت ہے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وعلمنہ صنعة لبوس لکم یعنی ہم نے اپنے پیغمبر داؤد علیہ السلام کو تمہارے لیے زرہیں بنانے کا ملکہ عطا فرمایا ملاحظہ ہو (پ ۱۷ الانبیاء آیت نمبر) جبکہ ملکہ کی نفی علم بمعنی دانستن کی نفی ہرگز نہیں سینکڑوں امور کو ہر شخص جانتا ہے کہ اس طرح سے کیے جاتے ہیں مگر جب انہیں کر کے دکھانے کو کہا جائے تو وہ نہیں کر سکتے۔ ہر ایک کو معلوم ہے روٹی گوندھے ہوئے آٹے کے پیڑے کی بنتی ہے مگر اس کے باوجود بہت سے لوگ روٹی بنا کر توے پر نہیں ڈال سکتے پس اسے معترض کا حضور ﷺ کی معاذ اللہ علم کی نفی کی دلیل سمجھنا خود اسکی اپنی کم علمی اور جہالت ہے جبکہ یہاں ملکہ کی نفی بھی آپ ﷺ کی عظمت ہے جیسے امی ہونا آپ کیلئے شان ہے فافهم ولا تکن من الغافلین لا سیّما الوھابیّین۔

باب هشتم

احادیث سے معترض کے مغالطات کا ترکی بہ ترکی قلع قمع

احادیث سے مغالطات کا ترکی بہ ترکی قلع قمع =

معترض نے اپنی کم فہمی، قلّت علمی اور کج روی کی بناء پر بعض احادیث کو بھی توڑ موڑ کر پیش کر کے اللہ کے محبوب ﷺ کے وسیع علم شریف پر چوٹیں کیں اور اپنے نامۂ اعمال کی طرح اپنے اس کتابچہ کے کئی صفحات سیاہ کئے ہیں اور یہ احادیث بھی انھیں میں سے ہیں جن کے شافی جوابات ہمارے کئی علماء کرام ماضی میں کئی بار دے چکے ہیں۔ اس سلسلہ میں تفصیلی معلومات وجوابات کے لئے انکی ان تصانیف جلیلہ اور توالیف انیقہ کا مطالعہ کیا جائے جن میں سے بعض کی فہرست گزشتہ سطور میں دی جا چکی ہے۔ اپنے طور سے تفصیلات حافلہ کو ہم بھی دوسرے مناسب وقت پر محول کرتے ہوے سردست " قصہ زمیں برز میں " کے پیش نظر بخوف طوالت صرف معترض کو اسکے اپنے آئینہ میں اسکا منہ دکھانے کیلیئے زیادہ تر اسی کی اس تسوید کی روشنی میں قدرِ ضرورت پر اکتفاء کرتے ہیں جو حسبِ ذیل ہے۔

حدیث افک سے مغالطہ کا قلع قمع=

چنانچہ اس سلسلہ میں معترض نے سب سے پہلے حضرتِ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کی شرارت سے لگائے گئے بہتان کے مشہور قصہ کے بیان پر مشتمل روایت کو توڑ موڑ کر نقل کر کے حضور ﷺ کے علم شریف پر یہ چوٹیں کی ہیں کہ (۱) اگر محمد ﷺ کے پاس علم غیب تھا تو خالی ہودج کو اونٹ پر کیوں رکھنے دیا۔ (۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صلاح مشورے کیوں کئے یہاں تک کہ ایک لونڈی سے بھی پوچھا (۳) ایک مہینہ تک پریشان رہے۔ (۴) پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اگر گناہ ہو گیا ہے تو معافی مانگ لو سوال یہ ہے کہ اگر محمد ﷺ کو علم غیب تھا تو نعوذ باللہ یہ تمام باتیں عمداً کر رہے تھے۔ اھ ملخصاً بلفظہ ملاحظہ ہو۔ معترض کا کتابچہ صفحہ ۳۲۔۳۳ طبع رحیم یار خان۔

جس کے کئی دندان شکن اور تابڑ توڑ جواب ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

اولاً= معترض کا انداز ایسا گستاخانہ ہے کہ اسکے تصور سے ہٹ کر اسکے ان اعتراضات کو پڑھا جائے تو یوں لگے گا جیسے کوئی غیر مسلم اپنے آباؤ اجداد کے بدلے چکاتے ہوئے یہ بد زبانی کر رہا ہو کیونکہ جو کسی کو اپنا سمجھتا ہو اسکی واقعی فروگزاشت کو بھی پردہ دینے کی کوشش کرتا ہے تو جہاں اللہ کے محبوب شاگرد کے علم شریف کی بات ہو، جہاں کسی کی علمی کمزوری کا تصور ناممکن ہو پھر بھی چوٹیں کی جائیں تو یہ اس حقیقت کی غمازی ہو گی کہ "دال میں ضرور کالا ہے" افسوس صد افسوس کہ دور قدیم کے منافقوں نے عزت سرکار ﷺ پر حملہ کر کے

آپ کو ایذاء پہونچائی تھی جبکہ دور حاضر کے ذوالخویصرہ کے ہم مشن لوگ، علم سرکار ﷺ پر ناجائز چوٹیں کر کے آپ ﷺ کو ایذاء پہونچار ہے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی

ثانیا= ان اعتراضات کے اصولی طور پر ہم نہیں بلکہ معترض اپنے اس کتابچہ کی رو سے خود ہی جوابدہ ہے کیونکہ جن امور کو اس نے معاذ اللہ سرکار ﷺ کی لاعلمی قرار دیا ہے یہ سب اسکے اپنے دعوے ہیں جن کے ثبوت میں اس نے نہ تو کوئی آیت پیش کی ہے اور نہ ہی کوئی صحیح صریح حدیث مرفوع تو کجا اس قسم کی کوئی حسن حدیث بلکہ ضعیف حدیث بھی پیش نہیں کر سکا جو تا حال اسکے ذمّہ باقی اور ہمارا واجب الاداء قرض ہے۔ ذرہ بھر بھی صداقت اور جرات ہے تو انکی دلیل پیش کرتے ہوئے دکھائے کہ کس آیت یا کس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کا صحابہ کرام سے مشورہ لینا وغیرہ اس لیے تھا کہ آپ کو معاذ اللہ اس واقعہ کی حقیقت حال کا علم نہیں تھا ورنہ حضور ﷺ سے منسوب کیے گئے۔ اس جھوٹ سے اور ایسی باتوں سے جو آپ نے نہیں فرمائیں۔ فوراً توبہ کرے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسکا ٹھکانہ جہنم ہے

باقی کسی کا کسی پر اعترض کر دینا ہی اگر اس امر کے درست ہونے کی دلیل ہو اور تو اور رہا خود قرآن پاک بلکہ ربّ رحمٰن جل جلالہٗ سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے کیونکہ دھریوں اور غیر مسلموں نے خود اللہ اور اسکے کلام پر بھی بڑے بڑے اعترض کیے ہیں جو محض انکی گندہ ذہنیت، خبث باطنی، قلّت علمی، کج فہمی اور کم عقلی کا نتیجہ ہیں۔ یہی حقیقت اس مقام پر سامنے رکھ لی جائے۔ الغرض معترض دعویٰ خود کرتا ہے اور انکے دلائل ہم سے مانگتا ہے

ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیئے؟

پھر اگر مشورہ طلب کرنا کم علمی ہے کی دلیل ہے تو جن ائمہ و علماء خصوصاً معترض کے مسلّم حضرات نے ارشاد الٰہی "و اذ قال ربك للملئكة انى جاعل فى الارض خليفة " کو ملائکہ کرام سے اللہ تعالیٰ کے مشورہ لینے پر محمول فرمایا ہے، انکے متعلق کیا کہئے گا کہ وہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو اس امر میں لاعلم سمجھتے تھے؟

نیز حدیث "ان ربى استشارنى فى امتى ماذا فعل بهم (الیٰ) فاستشارنى الثانية (الیٰ) فاستشارنى الثالثة الحديث (ملخصا) کہ میرے رب نے مجھ سے میری امّت کے متعلق تین بار مشورہ طلب فرمایا۔ کیا اسکا بھی یہی مطلب ہوگا کہ العیاذ باللہ رب تعالیٰ کو بھی اس کے بارے میں علم نہیں تھا؟ شرم۔ شرم۔ شرم۔

اشراک بمذ ھبے کہ تا حق برسد مذھب معلوم و صاحب مذھب معلوم

یونہی کسی معاملے میں پریشان ہونا اگر مطلقاً لاعلمی کی دلیل ہے تو اس آیت کا کیا مطلب ہوگا۔ "ولقد نعلم انك يضيق صدرك بمايقولون " یعنی محبوب! ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی واہیات باتوں سے دل تنگ ہوتے ہیں۔

نیز اگر کوئی خدانخواستہ معترض کی "سراپا مہر و وفا رفیقہ حیات" کے متعلق (جن سے اس نے انہی لفظوں میں اس کتابچہ کا انتساب کر کے وما اھل بہ لغیر اللہ کا ارتکاب کیا ہے) کوئی بدزبانی کرتے ہوئے کہہ دے کہ وہ کذا و کذا ہے جبکہ اسے علم ہو کہ وہ حلذا

نہیں ہے۔تو کیا اسے مطلقاً کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوگی؟ اگر کہے نہیں ہوگی تو غیرت کا جنازہ نکلا۔ اور اگر کہے ہوگی اور ضرور ہونی چاہیے تو کیا اس سے اس کے علم کی نفی ہو جائے گی؟ اگر کہو کہ پریشانی ضرور ہوگی مگر اسکا سبب الزام لگانے والوں کی یاوہ گوئی ہوگا تو جب تم اپنے تقویت الایمانی عقیدہ کے مطابق اللہ کے ہاں" ذرہ ناچیز سے بھی کم تر "اور" چوہڑے چمار سے بھی زیادہ ذلیل" ہو تم بھی اسے اپنی عزت کا مسئلہ قرار دے رہے ہو تو کیا جو ہستی عنداللہ سب سے معزز، سب سے برتر، سب سے اعلیٰ، اور سب سے بالا ہو۔ اعنی حضور ﷺ امام لانبیا سرور کونین ھادی عالم ﷺ آپ کا مقام تم نے اپنے برابر بھی نہ سمجھا۔ **"فانّا للہ وانا الیہ راجعون"**

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی ..... کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

تلقین توبہ والے الفاظ مبارکہ کو اگر اس جیسے معاملہ میں تحقیق کی بابت تعلیم امّت نیز سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے جملہ طرق تحقیق کے ذریعہ بری ہونے کو ثابت کرنے پر محمول نہ کیا جائے تو اس سے خود شانِ نبوت پر قدغن لازم آئے گا اور اسکا مطلب یہ بنے گا کہ معاذ اللہ آپ ﷺ کو سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلّق بدگمانی تھی یا شک ہو گیا تھا جو دونوں گناہ ہیں اور ایک عام مسلمان کیلئے بھی زیبا نہیں چہ جائیکہ سیّد الکائنات پیکر عصمت ذات ﷺ سے اسکا صدور متصوّر ہو جبکہ شک ہونے کا مفہوم یہ بھی بنے گا کہ آپ ﷺ خود بھی معاذ اللہ بہتان لگانے والوں میں شامل ہو گئے تھے جو بدترین کفر ہے جسکا معترض خود جوابدہ ہے۔

علاوہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی سمجھ رہی تھیں کہ آپ ﷺ اس طریقہ سے مزید انکے پاکدامن ہونے کو بیان فرمانا چاہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسکے جواب میں جو لفظ انہوں نے عرض کئے ان میں روئے سخن الزام رکھنے والوں کی جانب رکھتے ہوئے جمع کے صیغے استعمال کئے جن کے مخاطب حضور ﷺ کسی طور پر نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ کو انکا مخاطب مان لینے کی صورت میں لازم آئے گا آپ بھی معاذ اللہ الزام اور بہتان لگانے والوں میں سے ایک تھے یا یہ لازم آئے گا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے معاذ اللہ آپ کی جانب ایک خلاف واقعہ بات کو منسوب کر کے اور نازیبا انداز اختیار کر کے معاذ اللہ تنقیص شان کا ارتکاب کیا کیونکہ اسمیں انکے یہ الفاظ بھی ہیں" **انی واللّٰہ لقد علمت لقد سمعتم ھذا الحدیث حتی استقر فی انفسکم و صد قتم بہ** "اور یہ الفاظ بھی اسی صحیح بخاری کے اسی مقام پر موجود ہیں جہاں سے معترض نے اسے نقل کیا مگر یہودی منش نے کیا سے کچھ بنانے کیلئے اسے صاف اڑا دیا۔ ورنہ کیا حضور سیّد عالم ﷺ کے دل مبارک میں یہ بات بیٹھ گئی تھی اور کیا آپ نے اسے سچ سمجھ بھی لیا تھا؟

شرم معترض کو مگر نہیں آتی۔

علاوہ ازیں معترض کا واقعہ ہٰذا کو علم غیب نبی ﷺ کی نفی میں پیش کرنا خود اسکی تحریر کے بھی خلاف ہے جو اسکی سخت ہٹ دھرمی ہے کیونکہ اس نے مشہور مفسر قرآن علاّمہ بیضاوی رحمہ اللہ (کو امام بیضاوی مان کر ان) کے حوالہ سے غیب کی جو تعریف کی ہے وہ اس پر صادق ہی نہیں آتی۔ چنانچہ اسکے لفظ ہیں۔ "امام بیضاوی اپنی تفسیر بیضاوی میں فرماتے

ہیں کہ وہ چیز جو عقل وحواس خمسہ سے بالاتر ہو وہ علم غیب ہے۔" ملاحظہ ہو کتابچہ صفحہ ۲۶۔

اگرچہ اس میں بھی معترض نے کئی ڈنڈیاں ماریں اور کئی جہالتوں کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلا امام بیضاوی نے غیب کے متعلق بات کی تھی جبکہ معترض نے اسے علم غیب سے بدل دیا۔ نیز انہوں نے اس کی تعریف میں "الشیء الخفی" کے لفظ فرمائے تھے جنہیں معترض صاف اڑا گیا ہے پھر اپنی اس تلبیس کو چھپانے کے لئے عربی عبارت نقل نہیں کی تاکہ اسکی چوری کو باآسانی نہ پکڑا جاسکے مگر تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ پس

بہر جامہ کہ مے خواہی بیا من اندازقدت را مے شناسم

پوری عبارت اس طرح ہے۔"الغیب ھو الخفی الزی لا یدرکہ الحس ولا یقتضیہ بداھۃ العقل" ملاحظہ ہو (تفسیر البیضاوی مقام درس صفحہ طبع سعید کمپنی کراچی)

علاوہ ازیں معترض نے علامہ بیضاوی کی تقلید کر کے حسب اصول خود شرک فی الرسالۃ کا ارتکاب بھی کیا ہے۔ بہرحال اس سے اتنی بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ واقعہ ہذا ان امور سے تھا جو عقل وحواس خمسہ کے دائرہ میں تھا اسلئے اسے خداداد علم غیب نبی ﷺ کی نفی میں پیش کرنا معترض کی اپنی تحریر کی روشنی میں اسکی شدید وقبیح جہالت ہے جس سے یہ امر روز روشن کی طرح ایک بار پھر واضح ہو گیا کہ اللہ کے محبوب اعلم الکائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کے علم شریف پر اعتراض کرنے والے وہی ہو سکتے ہیں جو خود ہی علم سے کورے اور رجسٹرڈ جاہل قسم کے لوگ ہوں " آسمان کا تھوکا اپنے منہ پر ہی

کرتا ہے"

علاوہ ازیں یہ دروغ گو خود اپنے اسی کتابچہ میں مان چکا کہ "وحی کے بغیر پیارے نبی ﷺ بولتے ہی نہ تھے" ملاحظہ ہو (صفحہ ۵۹)

جسکا مفاد صاف طور پر یہ ہے کہ واقعہ ہٰذا میں لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دینا وغیرہ جو کام بھی اوّل تا آخر آپ ﷺ نے کیا یا فرمایا وہ سب وحی الٰہی سے تھا پس اگر یہ عدم علم کی دلیل ہے تو یہ سب لاعلمی معاذ اللہ خود وحی فرمانے والے خدا عزوجلّ کی ہوگی کیونکہ آپ ﷺ وحی کے بغیر تو بولتے ہی نہ تھے لہٰذا جو کچھ بولا وہ وحی الٰہی سے تھا۔

پس جو نابکار خود خدا کو بھی معاف نہ کرے خود اسکے علم پر بھی جنہیں اعتراض ہو تو اسکے محبوب کے علم پر ان کے اعتراضات کوئی تعجب والی بات نہیں۔

ہمارے اس بیان سے معترض کے اس اعترض کا جواب آ گیا کہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر محمد ﷺ کو علم غیب تھا تو نعوذ باللہ یہ تمام باتیں عمداً کر رہے تھے ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۳۳)

کیونکہ جب یہ تمام باتیں وحی الٰہی سے ہی کر رہے تھے تو اسے بیان کرنا وحی الٰہی کے اتباع ہی میں تھا اور اتباع عمداً ہی سے متصور ہو سکتی ہے۔ پس یہ سوال خود اسی پر پلٹ گیا مگر جو شخص اھلیت خود نہ رکھتا ہو کھوپڑی اسی کی اپنی الٹی ہو اور وہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منشاء مبارک کو خود نہ سمجھ سکے تو اسمیں ہمارا کیا قصور ہے۔ جیسا کہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　آفتاب چشمہء آفتاب را چہ گناہ؟

اس سب سے قطع نظر یہ حدیث مثل آفتاب نصف النہار حضور سیّد عالم ﷺ کے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس الزام سے بری اور پاکدامن ہونے کے متعلق صریح دلیل ہے اور معترض نے اسمیں سخت قطع و برید اور یہودیانہ تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے محض من مانے جملے اپنے لفظوں میں نقل کئے ہیں اور یہود عنود کی روش پر چلتے ہوئے ان جملوں کو عمداً قصداً اور جان بوجھ کر وہ حدیث کے ان حصوں کو صاف اڑا گیا اور شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گیا ہے جو اس بارے میں حضور انور ﷺ کے علم شریف کی چمکتی دلیل اور آپکی نعت تھے۔ جس کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ خود معترض کے کتابچہ میں اس کا صاف اقرار موجود ہے کہ اس کی نقل کردہ یہ حدیث " بخاری شریف صفحہ ۵۹۳ تا ۵۹۷ جلد دوئم " میں کم وبیش عربی مطبوعہ پاکستان کلاں سائز چار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے جبکہ اس نے اپنے اس کتابچہ میں پاکٹ سائز کے چھوٹے چھوٹے چار صفحات میں بیان کیا ہے جس کی کتابت بھی موٹے قلم کی ہے۔ اور ہر صفحہ تقریباً ۱۳۔۱۴ لائنوں پر مشتمل ہے۔

اور قطع و برید کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ معترض، علم نبی ﷺ پر مبنی الفاظ کو تحریف کی نذر کرتے ہوئے نظر انداز کر گیا ہے۔ لعنت ہو ایسے بے حیا قلم پر جس نے محض اپنی خواہش نفس کے تحفظ میں اللہ کے محبوب کی شان کے خلاف یہ مذموم اقدام کیا ہے۔

براءت صدیقہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا حلفیہ بیان جس پر وہابیہ کو ایمان نہیں=

چنانچہ معترض کی خیانت زدہ منقولہ اسی صحیح بخاری کی انہیں صفحات کی اسی حدیث میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ نے منبر اقدس پر جلوہ گر ہو کر حضرت صدیقہ کے حق میں اور الزام لگانے والوں کیخلاف حلفیہ طور پر ارشاد فرمایا۔ **"یا معشر المسلمین من یعذر نی من رجل قد بلغنی عنه اذاه فی اهلی واللّٰه ماعلمت علی اهلی الّا خیرا ولقد ذکروارجلا ما علمت علیه الّا خیرا "** یعنی مسلمانو! کوئی ہے جو اس شخص کے خلاف میرا ساتھ دے جس نے مجھے حرم کی بابت ایذاء پہونچائی؟ مجھے اللہ کی قسم مجھے یہی علم ہے کہ میری اہل پاک ہے اور الزام لگانے والوں نے جس شخص کا نام لیا ہے اس کے متعلق بھی مجھے یہی علم ہے کہ وہ اس سے بری ہے۔۔۔۔۔ملاحظہ ہو(صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۵۹۵ طبع کراچی)

نیز اسی بخاری کے اسی جلد کے اسی صفحہ پر یہ بھی ہے " حین استلبث الوحی " یعنی یہ اس وقت کی بات ہے کہ وحی جلی رکی ہوئی تھی۔ ملاحظہ ہو(۵۹۵)

نیز یہ بھی اسی بخاری کے اسی جلد میں اس سے تھوڑا آگے ہے کہ وحی جلی اس کے بعد اتری تھی ملاحظہ ہو(جلد۲ صفحہ ۵۹۵)

مگر معترض نے یہ پورا حصہ گول کر دیا صرف اس سے قبل اور بعد والے حصہ کو من مانی سے نقل کیا ہے۔ جس سے ایسے لگتا ہے کہ اسے رسول اللہ ﷺ کی قسم پر بھی اعتبار نہیں

اور وہ اس رئیس المنافقین ابن ابی کی تحریک کا سرگرم رکن ہے۔

ہمارے نقل کردہ اس بیان نبوی ﷺ سے معترض کے اس ململ واویلا کا پورا پورا قلع قمع ہوگیا اور روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ براءت کی آیتیں بعد میں اتری تھیں اور آپ ﷺ اللہ کی قسم کی تاکید سے اپنے علم کا اظہار پہلے فرما چکے تھے پھر قرآن نے آپکی موافقت میں نازل ہوکر آپکے علم کو مزید چار چاند لگا دیئے۔

حدیث بطرز کلمہ = معترض نے آیت **"قل لا یعلم من فی السموٰات والارض الغیب الّاالله"** کے **لا الٰہ الّاالله** کی طرز پر ہونے کا بیان دیکر مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ جس کا رد بلیغ گزر چکا ہے اب اسے یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ وہی نفی پھر اسکے بعد الّا جو مفید حصر ہے صحیح بخاری کی اس حدیث میں بھی موجود ہے جس کا واضح مطلب یہی ہے مجھے صرف یہی علم ہے اور فی الواقع بات بھی صرف یہی ہے کہ صدیقہ پاک ہیں کیونکہ رسول کا علم قطعی ہوتا ہے۔ اب دیکھیں گے کہ معترض کو اب کلمہ یاد آتا ہے یا نہیں۔؟

حدیث هذا میں اعلان براء ت کے دیگر حوالہ جات=

واضح رہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی اور براءت کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا منقولہ بالا ارشاد عالی **(واللّٰہ ما علمت علٰی اھلی الّا خیرا الخ)**

صحیح بخاری شریف کے دیگر متعدد مقامات پر نیز صحیح مسلم شریف کے علاوہ دیگر

کتب حدیث میں بھی بالفاظ مختلفہ مروی ومنقول اور موجود ہے صحیحین سے بعض کی نشاندہی حسب ذیل ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۳۶۴ جلد ۲ صفحہ ۶۹۷۔۶۹۹) وا للفظ ''وا یم اللّٰہ ما علمت علیٰ اھلی من سوء'' ''واللّٰہ ما علمت علیہ من سوء قط'' نیز صفحہ نمبر ۱۰۹۶ طبع اصح المطابع۔ نیز صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۶۵۔۳۶۷ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

دیگر جوابات= یہاں صرف قصہ زمین پر زمین کے فلسفہ کے مطابق محض بعض جوابات پر اکتفاء کیا گیا ہے جبکہ اس حوالہ سے اور بھی بہت سے باطل شکن جوابات ہیں جنکی تفصیل انشاءاللہ کسی اور مناسب وقت پر کی جائے گی۔ بحول اللّٰہ و قوّتہ تعالیٰ و عونہ بحرمتہ حبیبہ ﷺ

واقعہ بئر معونہ سے استدلال کا قلع قمع=

معترض نے اپنے اس باطل دعویٰ کے ثبوت کے طور "حدیث نمبر۲" کے زیر عنوان صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۵۸۶ کے حوالہ سے ان ستر قراء صحابہ کرام کے بئر معونہ پر شہید ہونے کے واقعہ کو بھی پیش کیا ہے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بعض قبائل کے کہنے پر بھیجا تھا پھر انہی لوگوں نے انہیں شہید کر دیا تھا۔

واقعہ ہٰذا کو اپنے لفظوں میں نقل کر کے معترض نے اس پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ اگر آپ ﷺ کا اس بارے میں علم ہونا مان لیا جائے تو یہ ماننا لازم آئے گا کہ آپنے ستر آدمیوں کو ناحق جان بوجھ کر قتل کر دیا تھا لہٰذا علم غیب کا عقیدہ ہی غلط، باطل، گناہ اور آنحضرت ﷺ پر بہت بڑا بہتان ہے۔اھ ملخصاً۔ملاحظہ ہو (کتابچہ معترض صفحہ ۳۴،۳۵)

جس کے کئی جوابات ہیں جو حسب موقع حسب ذیل ہیں۔

اولاً= اسے بھی نبی کریم ﷺ کے خدا داد علم غیب کے خلاف پیش کرنا قطعاً بیجا ہے۔ کیونکہ اس پر خود حسب بیان معترض غیب کی تعریف صادق نہیں آتی اور اس میں بھی بعینہ وہی تفصیل ہے جو حدیث افک کے تحت تعریف غیب کے حوالہ سے گزر چکی ہے۔

ثانیاً= معترض کا واقعہ ہٰذا کو معاذ اللہ لاعلمی سرکا ﷺ کی دلیل بنا کر پیش کرنا اس کی اپنی تراش خراش، کانٹ چھانٹ کا نتیجہ اور بزور کشید کردہ فاسد تاویل ہے ورنہ اللہ تعالٰی نے کہیں نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ کا ان صحابہ کرام کو بھیجنا معاذ اللہ حضور ﷺ کی لاعلمی کی بنا پر تھا اور نہ خود حضور ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔پس معترض نے یہ اعتراض کر کے حضور کی

طرف ایسی بات منسوب کی ہے جو آپ نے نہیں فرمائی جس کی سزا جہنم ہے۔ (کلام مرازًا) پس ذرا بھر بھی اس میں صداقت ہے تو وہ اپنے اس لاعلمی والے دعویٰ کو اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ سے صریحاً ثابت کر کے دکھائے جیسا کہ خود انکے بے ڈھنگے مذھب کا اصول بھی یہی ہے کہ ثبوت کیلئے بعینہ اور بہیئت کذائیہ ہونا شرط ہے ورنہ سرکار ﷺ پر لگائے گئے اپنے اس افتراء اور بہتان سے توبہ کرے۔ تعجب ہے رسول اللہ ﷺ پر بہت بڑا بہتان باندھا خود معترض نے ہے اور وہ اسکا الزام رکھتا ہے سرکار کے غلاموں پر۔ جو اسکے ذہنی نظام کے اندرونی حصہ کے ناہموار اور بگڑا ہوا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یا علی مدد

ثالثاً= اگر بھیجے ہوئے کا قتل کر دیا جانا اس کے بھیجنے والے کی لاعلمی کی بناء پر ہی ہوتا ہے تو معترض نے اس معیار سے یہود و نصاریٰ اور ہنود عنود وغیرہم غیر مسلموں کیلئے بھی خود خدا پر بھی اس اعترض کا دروازہ کھول دیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر موجود ہے کہ گزشتہ امتوں کے نابکاروں کے ہاتھوں بہت سے انبیاء علیہم السلام بھی ظلماً شہید کئے گئے حالانکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ پس اگر کوئی غیر مسلم یہ اعتراض کرے کہ معاذ اللہ تمہارے خدا کو علم ہوتا تو وہ کبھی ان نبیوں کو نہ بھیجتا اگر علم مان لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کا انہیں جان بوجھ کر قتل کرانا لازم آئے گا۔ لہٰذا سرے سے ان مسلمانوں کا "**بکل شیء علیم**" والا عقیدہ ہی غلط، باطل اور گناہ ہے جو اللہ پر بہت بڑا بہتان ہے (جیسا کہ معترض کی بولی ہے)؟ تو معترض کے پاس اسکا کیا جواب ہوگا؟ پس یا تو وہ اپنے اس لایعنی اصول کو بدلے یا سیدھا جنیو پہن کر اپنے اصل علاقہ ہی میں چلا جائے۔ جبکہ اس روایت میں

صرف ستر قراء کی شہادت کا ذکر ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام جنہیں شہید کر دیا گیا تھا۔ کئی گنا زیادہ تھے چنانچہ پ ا سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۶۱ میں ہے "**ویقتلون النبین بغیر الحق**" جس کا ترجمہ معترض کے جد اعلیٰ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے یوں کیا ہے "اور اللہ کے نبیوں کو ناحق (ظلم سے) قتل کرتے تھے"

پھر اس کے تحت اس کے ایک اور بزرگ مولوی داؤد راز گوڑ گانوی نے ابنِ کثیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "بنی اسرائیل ایک ایک دن میں تین تین سو نبیوں کو قتل کر ڈالتے تھے" اھ بلفظہ ________ ملاحظہ ہو (ترجمہ ثنائی صفحہ ۱۲ حاشیہ نمبر ۱ طبع فاروقی کتب خانہ ملتان)

علاوہ ازیں یہی مضمون سورۂ بقرہ آیت نمبر ۸۷، ۹۱ نیز آلعمران آیت نمبر ۱۱۲ اور ۱۸۳ (وغیرھا) میں بھی موجود ہے۔

رابعاً= معترض نے اپنے اسی کتابچہ کے صفحہ ۵۹ میں ڈنکے کی چوٹ پر تسلیم کیا ہے کہ "وحی کے بغیر پیارے نبی ﷺ بولتے ہی نہ تھے" (اھ بلفظہ)

پس اصولی طور پر اسکا جواب خود معترض کے ذمہ بنتا ہے کہ جب آپ وحی کے بغیر بولتے ہی نہ تھے تو عمداً ستر آدمیوں کو بقول معترض کیوں گنوا دیا؟ اور اگر وحی کے بغیر بھیجا تھا تو معترض نے ہر بات کے وحی سے کرنے کا الزام حضور ﷺ پر کیوں رکھا؟ پھر وحی تو ظاہر خدا کی طرف سے تھی تو کیا اعتراضات خود خدا پر نہ ہوئے؟

خامساً= اگر موت کا ہونا یقینی ہونیکی صورت میں کسی کو بھیجنا وغیرہ اسے ناحق قتل

کرانے کے مترادف ہے تو بتایا جائے اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل علیہ السلام کو اپنے فرزند ارجمند کو ذبح کرنے کا حکم دینا پھر حضرت خلیل علیہ السلام کا اس پر آمادہ ہو کر اس پر عمل پیرا ہونا نیز ذبیح اللہ علیہ السلام کا بھی دل و جان سے اس پر راضی ہو کر چھری کے نیچے اپنی گردن مبارک کو رکھ دینا کس مد میں آئے گا نیز طلب شہادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے شہید ہونے کی دعا مانگنے نیز شہید ہونے کیلئے مجمع کفار میں عمداً گھس جانے کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ بلکہ خود اسی واقعہ بئر معونہ میں ہے۔"**وبقی المنذر بن عمرو فقالوان شئت أمناك فابی---- فقاتلهم حتی قتل**" یعنی ان ستر میں سے حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچ رہے تو کفار نے ان سے کہا تم چاہو تو ہم تمہیں امان دے دیتے ہیں آپ نے اس سے انکار کر دیا پس ان سے قتال کیا یہاں تک کہ آپ بھی شہید کر دیئے گئے۔ ملاحظہ ہو (طبقات ابن سعد ج ۲ صفحہ ۵۷ طبع بیروت) تو کیا حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل کو بھی خود کشی کہا جائے گا۔ شرم۔ شرم۔ شرم

اس سب کو جانے دیجئے جہاد کشمیر کے عنوان سے معترض کے ان لشکریوں کا کیا بنے گا جو انکے بقول انڈین فوج کے بموں کی بارش میں گھس جاتے رہے اور گھس رہے ہیں بلکہ خود کش حملے بھی کرتے ہیں نیز تحریک پاکستان کے موقع پر جن پاکستانی ہیروؤں نے اپنے سینوں پر بم باندھ کر بھارتی ٹینکوں کا صفایا کیا انکا شرعی حکم کیا ہے؟ اور اگر یہ سب کچھ روا ہے اس سے نہ تو لاعلمی کی بات آتی ہے اور نہ قتل ناحق کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ کے حبیب ﷺ کے علم شریف اور عظمت پر ناروا حملے کرتے ہوئے کیوں شرم نہیں آتی؟ کہیں

انڈیا کا پیسہ تو زیادہ مقدار میں نہیں لگ گیا؟

سادساً= یہ بات ہم کسی اور موقع پر معترض سے کریں گے کہ ان بئر معونہ والوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے پہلے ہی سے اظہار قلق فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ مجھے اپنے ان غلاموں کے بارے میں ان سے غدر کا اندیشہ ہے (کما فی الطبقات لابن سعد والبدایة والنهایة لابن کثیر) نیز یہ کہ وہ اہل نجد تھے (و هذا ایضاً فی الطبقات و البدایة والنهایة) جسے معترض نے ظاہر نہیں کیا کہ کہیں یہ راز افشاء نہ ہو جائے کہ ان ستر صحابہ کرام سے بدعہدی کرنے والے وہ لوگ معترض کے مورثانِ اعلیٰ نجدی ہی تھے جو اپنے جرم کو چھپانے کی غرض سے خود ہی قاتل ہو کر خود ہی مدعی بنتے ہیں۔ **فالی اللہ المشتکیٰ۔**

مذہبی خود کشی کی بد ترین مثال=

مولف کتابچہ معترض نے اپنے اسی کتابچہ کے صفحہ نمبر ۲۳ میں قرآن کے حوالہ سے لکھا "ان کا خدا کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں" اب وہ ستر قراء صحابہ والی روایت کا ترجمہ کرتے ہوئے اسی کے صفحہ ۳۴ پر لکھ رہا ہے کہ "لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے اپنے دشمنوں کے مقابل مدد چاہی آپ نے ستر انصار کے قاریوں کو ان کی کمک کے لئے روانہ فرمادیا" گویا دس صفحات قبل جو بات شرک اکبر تھی وہ اب توحید خالص بن گئی ہے جو اسکی مذہبی خود کشی کی بد ترین مثال ہے۔ اور توازن کے غارت ہو جانے کا واضح قرینہ

جلا کر راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں

حدیث شاۃ مسمومہ سے استدلال کا قلع قمع =

معترض نے حدیث نمبر۳ کے عنوان سے صحیح بخاری جلد اصفحہ ۶۱۰ کے حوالہ سے اس سلسلہ کی ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ " حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آنحضرت ﷺ کو ایک زہر آلود بکری تحفہ بھیجی گئی" اھ ملاحظہ ہو (صفحہ نمبر ۳۵)

اس سے بھی اس کا مقصد یہی کہنا ہے کہ علم ہوتا تو جان لیوا چیز نہ خود استعمال فرماتے اور نہ ہی اپنے صحابہ کرام کو اسکی اجازت دیتے کہ یہ خودکشی کے مترادف ہے اور یہ بھی بعینہ وہی اعتراض ہے جو اس نے اپنی نقل کردہ حدیث نمبر۲ کے حوالے سے کیا ہے صرف لفظوں کا فرق ہے۔ ملاحظہ ہو کتابچہ (صفحہ نمبر ۳۶، ۳۷)

اس کے بھی کئی جوابات ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔۔۔۔

اولا = اس پر بھی غیب کی تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ غیب اس پوشیدہ امر کو کہا جاتا ہے جو عقل وحواس کی رسائی سے بالاتر ہو جیسا کہ خود معترض نے امام بیضاوی سے استناداً نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے جسکی تفصیل ابھی کچھ پہلے گزری ہے جبکہ زہر ان چیزوں سے ہے جسے عقل وحواس کے ذریعہ معلوم کیا جا سکتا ہے چنانچہ اسی حدیث کے بعض طرق میں یہ بھی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام کو اس کے کھانے سے منع فرمایا تو اس پر حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ اقدس میں عرض کی تھی "**و الذی اکرمك لقدوجدت ذلك من اكلتی التی اكلت حین التقمتها فما منعنی ان الفظها الا انی كرهت ان البغض الیك طعامك فلما اكلت ما فی فیك لم ارغب**

نفسی عن نفسك الخ"

میرے آقا مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو بزرگی دی مجھے تو پہلا لقمہ لیتے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ اسمیں زہر شامل ہے مگر اسے نکال پھینکنے سے آپ جناب کا ادب مانع ہوا کہ کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ جس کھانے میں حضور والا ﷺ شریک ہیں میں اسے ناپسند کر رہا ہوں پس اسکا لقمہ میں نے آپ کے دہن پاک میں دیکھا تو اس سلسلہ میں آپ سے پہل کرنے کو مناسب نہ سمجھا اھ ملاحظہ ہو (طبقات ابنِ سعد ج ا جزء نمبر ۲ صفحہ ۲۵۱ طبع بیروت) پس جب روایت ہٰذا کو سرے سے موضوع کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں تو اسکے باوجود معترض کا اسے اس پر فٹ کئے جانا اسکی ہٹ دھرمی اور اسکے ذہنی طور پر اَن فٹ ہونے کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

ثانیا= نیز اسے یہ بھی تسلیم ہے کہ آپ ﷺ وحی کے بغیر کوئی اقدام نہ فرماتے تھے (**کمامر عنه انفاً**) جسکا واضح مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کا اس کھانے سے لقمہ لینا اور اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اولاً اسکی اجازت دینا پھر روکنا سب وحی الٰہی سے تھا تو اس کا یہ اعتراض حضور اقدس ﷺ پر نہیں بلکہ خود آپ پر اسکی وحی فرمانے والے خدا پر ہوا بہر صورت یہ معترض کے اپنے ہی اصول سے انحراف نیز اسکی صاف بے ایمانی کی بین دلیل ہے کیونکہ ایمان والا نہ تو خدا پر اعتراض کر سکتا ہے نہ اسکے رسول ﷺ پر

ثالثاً= پھر بھی نہ مانے تو یہ بتانا اسکے ذمہ فرض اور ہمارا واجب الاداء قرض ہے کہ اس نے جو اس کھانے کو استعمال میں لانے کی یہ وجہ بتائی ہے کہ معاذ اللہ آپ علیہ السلام

کو یہ علم نہیں تھا کہ اسمیں زہر ہے، یہ توجیہ اللہ نے بتائی ہے یا اسکے رسول ﷺ نے یا معترض کی اپنی تراش خراش کا نتیجہ ہے؟ بصورت اول ایسی آیت یا صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کرے بصورت ثانی اس نے اللہ کے رسول ﷺ سے وہ بات منسوب کی ہے جو آپ نے نہیں فرمائی پس یہ اسکا آپ پر سفید جھوٹ، شدید افتراء اور بہت بڑا بہتان ہے جسکی سزا جہنم ہے (**کما قال ﷺ من کذب علی متعمداً فلیتبواء مقعده من النار**) (کمـــا مـرّ) معترض کو ہیئت کذائیہ وترکیبیہ والا اپنا اصول یہاں نہیں بھولنا چاہیے فافہم۔۔۔۔۔

رابعاً= صحیح اور مطابق واقعہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو پہلے سے بالتفصیل یہ علم تھا کہ اس میں عورت نے زہر آمیز کھانا آپکو پیش کرنا ہے جسکی ایک دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ اول الخلق ہیں جو معترض کے امام نواب صدیق حسن بھوپالی وغیرہ کو بھی اسکے واسطہ سے خود اسے بھی تسلیم ہے۔ ملاحظہ ہو (الشمامة العنبریه صفحہ ۴۰۔ واضح رہے کہ مؤلف شامہ نے اسی کے صفحہ ۹۹ میں لکھا ہے کہ اسکی یہ کتاب موضوع بلکہ ضعیف روایت سے بھی پاک ہے یعنی اسکی سب روایات صحیح ہیں)

پس جو کچھ بھی جہان میں بلکہ تمام جہانوں میں پیدا کیا گیا ہو سب آپ کے سامنے ہوا جسکی مزید دلیل آیت (**وما ارسلنك الا رحمة للعلمين**) بھی ہے۔ اور اسی میں لوح محفوظ بھی ہے لہٰذا روحانی طور پر آپ نے یہ واقعہ پڑھا ہوا تھا اور آپ کو علم تھا کہ یہ واقعہ آپ ﷺ اور آپکے ان صحابہ کرام کے ساتھ ہونا ہے علامہ نظام الملۃ والدین نے اپنی

تفسیر میں آیت کریمہ "**وجئنابك علیٰ هٰؤلاء شهیدا**" کے تحت لکھا ہے۔**لان روحه** ﷺ **شاهد علیٰ جمیع الارواح والقلوب والنفوس لقوله** ﷺ **اول ما خلق اللّٰه روحی** " یعنی آپ ﷺ کی روح مبارک مقدم ہے جملہ ارواح ،قلوب اور نفوس آپ کی روح پاک کے سامنے بنے پس آپ ﷺ ان سب کے شاہد ہیں اھ۔۔۔۔

جس کی مزید وضاحت درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

(۲) صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابن ماجہ شریف میں ہے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ! آپ نے جس زہر آلود بکری کا گوشت تناول فرمایا تھا اسکی وجہ سے آپ پر ہر سال تکلیف ظاہر ہوتی رہتی ہے آپ نے فرمایا ''**ما اصابنی شیئی منها الا و هو مکتوب علیّ واٰ دم فی طینته**'' یعنی ابوالبشر آدم علیہ السلام کی خلقت سے بھی پہلے لکھ دیا گیا تھا کہ یہ تکلیف مجھے پہونچے گی پس اسکے باعث مجھے جو بھی دکھ پہونچا وہ اسی لکھت کے مطابق ہے۔اھ ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ المصابیح) صفحہ ۲۴ عربی طبع کراچی)

(۳) علاوہ ازیں علم ہونے کا ایک واضح قرینہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اسکے بعد ایک روایت کے مطابق اس عورت کو اور دوسری روایت کے مطابق وہاں کے یہودیوں کو بلوا کر ان سے فرمایا میں نے تم سے کچھ باتیں پوچھنی ہیں تو کیا تم مجھے سچ سچ بتاؤ گے؟ کہنے لگے ہاں اے ابوالقاسم! آپ نے ان سے فرمایا "**من ابوکم**" تمھارے باپ کا کیا نام ہے؟

"قالوا ابونا فلان" غلط طور پر ایک شخص کا نام لیکر کہنے لگے کہ ہمارا باپ فلاں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ **"کذبتم بل ابوکم فلان"** تم نے یہ جھوٹ بولا ہے تمہارا باپ وہ نہیں جو تم نے بتایا ہے بلکہ تمہارا باپ فلاں ہے۔ **فقالو صدقت و بررت"** اس پر سب نے بیک زبان ہوکر کہا آپ ﷺ نے سو فیصد سچ فرمایا ہے۔

ملاحظہ ہو (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۵۹، ۸۶۰ نیز صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۴۴۹ نیز مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۴۵۱ طبع مکۃ المکرمہ نیز سنن الدارمی جلد ا صفحہ ۴۷ حدیث نمبر ۶۹ طبع قدیمی کراچی نیز مشکوۃ المصابیح صفحہ ۵۴۳ طبع کراچی)

مجرمانہ خیانت از معترض= آپ ﷺ کا یہود عنود سے یہ مکالمہ اس امر کا واضح قرینہ ہے کہ آپ کو منجانب اللہ علم تھا کہ آپ کے ساتھ یہود کے ابناء فلاں نے یہ کاروائی کرنی ہے یہی وجہ ہے۔ جب انہوں نے خارجیانہ ذہنیت سے از راہِ تمسخر و امتحان، اپنے باپ کے نام کو چھپایا اور دوسرے کی طرف خود کو منسوب کیا تو اللہ کے محبوب تمیذ اعظم نے اپنے خداداد علم غیب کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہود کی کذب بیانی کی دھجیاں فضا میں بکھیر دیں اور انکے پرخچے اڑا کر رکھ دیے جسکے بعد ان کے ادھر اُدھر بھاگنے کے راستے بند ہوگئے اور لامحالہ انہیں تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ اصل مجرم تو مان گئے مگر انکے وکیل اپنے اسی اعتراض والے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں چنانچہ معترض نے اسی غرض سے مجرمانہ خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے علم نبی ﷺ کے بیان پر مشتمل حدیث کے اس حصہ کو ظاہر تک نہیں کیا۔ پس اگر اسے اسکا علم تھا اور اس نے اسے نقل نہیں کیا تو یہ اسکی سخت مجرمانہ

خیانت ہوئی اور اگر اسے اسکا علم ہی نہیں تھا تو یہ اسکی شدید جہالت قبیحہ ہوئی جس سے ایکبار پھر واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ کے علم شریف پر اعتراض کرنے والے یا تو خائن ہوتے ہیں یا جاہل۔ یا ان دونوں صفتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ نعرہ رسالت یارسول اللہ ﷺ

(۴) علاوہ ازیں علم ہونے کی ایک اور دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے جب اس عورت سے اور دوسری روایت کے مطابق وہاں کے یہودیوں سے یہ پوچھا کہ تم لوگوں نے اس بکری میں زہر شامل کر کے کھانے کو کیوں دیا تو ان سب نے بیک زبان اسکا جواب دیا کہ ہم نے ایسا یہ سوچ کر کیا کہ اگر آپ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے نہیں ہونگے تو آپ سے جان چھوٹ جائے گی اور اگر آپ سچے نبی ہونگے تو آپ کو یہ فوری وفات دینے والا ضرر نہیں پہونچائے گی اور آپ کو یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ اسمیں زہر شامل ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر مطلع فرمادے گا۔ حوالہ جات کیلئے ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۰ ج ۱ ص ۴۴۹ طبع کراچی ۔۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۲ طبع کراچی ۔۔ مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۱ طبع مکۃ المکرمۃ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۶۳،۲۶۴ طبع کراچی سنن الدارمی ج ۱ ص ۴۶ ۔ ۴۷ حدیث نمبر ۶۷، ۶۸، ۶۹ طبع کراچی طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۵۰ طبع بیروت۔ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۶۹ تا ۳۸۶ طبع بیروت بحوالہ بخاری مسند احمد ابوداؤد دلائل النبوۃ بیہقی ابن اسحٰق وابن ہشام الحصن الحصین مع تحفۃ لذاکرین از قاضی شوکانی غیر مقلد ص ۱۸۷ طبع بیروت بحوالہ مستدرک حاکم۔ مشکوٰۃ ص ۵۴۲ ۔ ۵۴۳ طبع کراچی

راویان حدیث ھذا = واضح رہے کہ روایت ہٰذا بالفاظ مختلفہ و بطرق

متعدد و حضرت ابوھریرہ، حضرت جابر حضرت انس، حضرت ابن عباس، حضرت ام المئومنین صدیقہ، حضرت ابوسعید الخذری، حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، حضرت حسن بصری وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مرفوعاً موقوفاً مقطوعاً مروی ہے۔ جو منقولہ بالا کتب وغیرھا میں موجود ہے" فمن شاء الاطلاع علیھا فلیرجع الیھا "

وجہ استدلال = حدیث کا یہ حصہ بھی اپنے اس مفہوم میں نہایت درجہ واضح ہے کہ یہود عنود نے زہر دی ہی یہ معلوم کرنے کے لئے تھی کہ نبی ہونگے تو آپ ﷺ کو اس غیب کا پتہ چل جائے گا ورنہ نہیں جبکہ آپ ﷺ کو اسکا پتہ چل گیا جو محتاج بیان نہیں اور وہ علم نبی ﷺ کی آفتاب نصف النہار کی طرح روشن دلیل ہے۔ جبکہ یہ سب کچھ خود معترض کو بھی تسلیم ہے چنانچہ اس نے اپنے اسی کتابچے میں لکھا ہے۔ دوسرے صحابہ کرام کو آپ نے ﷺ منع فرما دیا تھا کہ مت کھاؤ اس میں زہر ہے۔ بیہقی کی روایت کے مطابق آپ نے اس عورت کو بلا بھیجا اس سے پوچھا تو نے یہ حرکت کیوں کی وہ کہنے لگی میں نے یہ اس لئے کیا کہ اگر آپ ﷺ سچے پیغمبر ہیں تو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ خبر دے دیگا۔ اگر آپ جھوٹے ہیں (نعوذ باللہ) تو لوگ اس جھگڑے سے نجات پائیں گے۔ اھ ملاحظہ ہو (کتابچہ معترض صفحہ ۳۶)

(۵) احادیث منقولہ بالا نیز معترض کے اس حوالہ سے واضح ہو گیا کہ معترض زہر کے جس متعلقہ غیب کی بناء پر حضور ﷺ کے علم شریف کی نفی کر رہا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس غیب پر مطلع فرما دیا تھا تو ہمارا دعویٰ بھی تعلیم الٰہی سے علم غیب کا ہے چنانچہ صدر الافاضل

رقمطراز ہیں۔" کون کہتا ہے کہ انبیاء کو بے تعلیم الٰہی خود بخود علم ہے۔ جو علم ثابت کرتے ہیں، بتعلیم الٰہی ثابت کرتے ہیں" اھ ملاحظہ ہو (الکلمۃ العلیا صفحہ ۲۶ طبع سیالکوٹ)

پس یہ ہمارے موقف کے منافی نہ ہوا بلکہ بتعلیم الٰہی علم ہی کی دلیل ہے لہذا کم از کم اسکے بعد تو معترض کو اپنی اس منفی رٹ سے باز آجانا چاہیئے۔

(۶) اس حدیث کے بعض طرق میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ سے اس عورت نے پوچھا تھا کہ آپ ﷺ کو اسکے زہر آلود ہونے کا کیونکر پتہ چلا؟ تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا تھا مجھے بکری کی اس دستی نے خبر دی ہے۔ (کمافی صحیح مسلم وغیرہ)

یہ بھی علم ﷺ کی ایک اور دلیل ہے کیونکہ اوّلاً یہ بھی اطلاع الٰہی کے مفہوم میں ہے کہ گوشت باتیں نہیں کیا کرتا پس اسے بلوانے والے نے بلوادیا (جل جلالہٗ)

ثانیاً= سوال یہ ہے کہ گوشت کے اس ٹکڑے نے کس زبان میں آپ ﷺ سے کلام کیا تھا اگر عربی میں کیا تھا تو اس نے عربی پڑھی کہاں تھی؟ پھر اسے اگر بغیر پڑھے کے یہ زبان آگئی تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو عربی کے علاوہ دیگر بولیوں کا علم بے پڑھے کیوں نہیں دے سکتا؟ اور اگر اس نے کسی اور زبان میں گفتگو کی تھی تو پہلے سوال سے بڑا سوال یہ ہے کہ حضور والا ﷺ نے غیر عربی کو کیسے سمجھ لیا جبکہ معترض کے نزدیک آپ ﷺ صرف عربی ہی سمجھ سکتے تھے۔ پھر یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ گوشت کے ٹکڑے کو تو یہ علم ہو کہ اسمیں زہر ہے نیز اسے تو ذات والا ﷺ کا پتہ چل گیا مگر آپ ﷺ کو پتہ نہ چل سکا اسکی کیا حقیقت ہے **تلك اذاً قسمة ضيزیٰ**. تف ہے اس بھونڈی تقسیم پر۔۔۔

علم کے باوجود زہر آلود گوشت کو لے لینے کی وجہ؟

جب یہ ٹھوس دلائل سے ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ کو بکری کے زہر آلود ہونے کا علم بعطاء الٰہی پہلے سے تھا تو ان روایات کی (جن میں اس سے لقمہ لینے کا ذکر ہے) ایسی تاویل کرنا لازم ہو گیا جو شانِ رسالت کے مطابق ہی نہ ہو بلکہ اس سے اسے مزید چار چاند لگ جائیں اور مزید نکھر کر سامنے آجائے اور جس سے چمنستانِ ایمان میں بہار آجائے۔ اس تقدیر پر ہمارے نزدیک احسن یہ ہے کہ یہ عدم توجہ پر محمول ہے جسے عربی میں **ذھول** کہا جاتا ہے۔ جو لاعلمی کی دلیل نہیں کیونکہ علم کی ضد جہالت ہے ذہول اور عدم توجہ نہیں۔ ہر طرف ہر چیز کی جانب ہر وقت برابر کی توجہ ہو یہ محض اللہ تعالیٰ کی شان ہے مخلوق کی توجہ خصوصاً دنیا میں عموماً ایک وقت میں بعض چیزوں ہی کی طرف ہو سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے توجہ نہ فرمائی تھی تو اسے قبول فرمالیا۔ پھر جب توجہ فرمائی تو سب سے پہلے آپ ہی نے اسکے زہریلے ہونے کے متعلق اپنے علم کو بیان فرمایا اور یہ ایسی بات ہے جسے ہمارے علماء بیسیوں سال پہلے لکھ چکے ہیں۔۔۔۔

حضرت مفتی احمد یار نعیمی سے =

چنانچہ حکیم الامّۃ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ اسکی مفصل بحث کے ضمن میں فرماتے ہیں۔" اگر حضور علیہ السلام کسی وقت کوئی بات نہ بتائیں تو اسکی وجہ ذھول (ادھر توجہ کا نہ ہونا) ہو سکتی ہے۔ بے علمی ثابت نہ ہوگی" ملاحظہ ہو (جاء الحق ۱۲۹ طبع گجرات)

ضیغم اسلام غزالئی زمان سے=

امام اہل سنت مجدد دین وملت ضیغم اسلام غزالئی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز اپنی جامع توضیح میں (جو بلا مبالغہ لا عطر بعد عروس کی مصداق ہے) ارقام فرماتے ہیں۔۔۔۔۔اس قسم کے تمام وقائع کو لاعلمی پر محمول کرنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ جب کل اور ما غیرھما الفاظ عموم قرآن وحدیث میں وارد ہو چکے اور انمیں کسی قسم کی تخصیص شارع علیہ السلام کی طرف سے نہیں ہوئی تو ہمیں کیا حق حاصل ہے کہ ان واقعات کو اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کی لاعلمی پر محمول کریں کیا یہ جائز نہیں کہ حضور ﷺ کے علم کے باوجود اللہ تعالیٰ کسی حکمت ومصلحت کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف سے حضور کی توجہ ہٹادے یا کوئی خاص بات حضور ﷺ سے بھلا دے؟ کسی حکمت کی بناء پر (خواہ اسے ہم سمجھیں یا نہ سمجھیں) حضور ﷺ پر ذہول ونسیان کا طاری ہونا ہمارے نزدیک جائز ہے۔ یہ شان اللہ تعالیٰ ہی کی ہے کہ ذہول ونسیان، عدم توجہ وغیرہ سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم اور رسول ﷺ کے علم میں ایک یہ فرق بھی ہے کہ علم الٰہی میں کسی قسم کا تغیر جائز نہیں اور حضور کے علم میں زیادتی، ذھول ونسیان جائز ہے اھ ملاحظہ ہو (مقالات کاظمی جلد ۲ صفحہ ۱۳۰۔۱۳۱ طبع مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

علم کے باوجود توجہ نہ ہونے کی مثالیں=

عدم توجہ کے منافی علم نہ ہونے اور علم کے باوجود توجہ کے ہٹ جانے کی بکثرت مثالیں دلائل شرعیہ میں پائی جاتی ہیں بقدر ضرورت بعض حسب ذیل ہیں۔ چنانچہ صحیحین

(بخاری و مسلم) کی حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا۔ خسفت الشمس فقام النبی ﷺ یخشی ان تکون الساعۃ یعنی ایکبار سورج گرہن کے موقع پر نبی کریم ﷺ پر یہ کیفیت طاری ہوگئی تھی کہ آپ یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ شاید قیامت بپا ہوگئی ہے اھ ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۰ طبع کراچی)

یہ حدیث علم کے باوجود توجہ کے ہٹ جانے کی عمدہ مثال ہے کیونکہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ جب تک آپ جلوہ فرما ہیں اور جب تک کہ قیامت کی فلاں فلاں نشانی نہیں آئے گی قیامت نہیں آسکتی اور انمیں سے بیشتر کو ظاہر ہے کہ آپ ﷺ بیان بھی فرما چکے تھے پس اسکے باوجود قیام قیامت سمجھنے لگ جانا، عدم توجہ کے بغیر اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ علاوہ ازیں معترض کی طرح منافقین نے عظمت نبی ﷺ پر حملہ کرتے ہوئے جب ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ہرزہ سرائی کی اور انہوں نے اظہار صبر فرماتے ہوئے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے والد ماجد حضرت یعقوب علیٰ نبینا و علیہ السلام کا حوالہ دیتے ہوئے فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ما تصفون کہا تو انہیں پہاڑ سے بڑھ کر غم کے اس بوجھ کے باعث علم کے باوجود انکا نام مبارک یاد نہ آسکا اور وہ اتنا کہہ پائیں "فواللہ لا اجد لی ولکم مثلاً الا ابا یوسف حین قال فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ما تصفون" اھ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۹۶)

انکے قول ہٰذا میں "ابا یوسف" سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں چنانچہ وہ

خودفرماتی ہیں۔''والتمست اسم یعقوب فلم اقدر علیه الاابایوسف ''یعنی میں نے ذہن پر بہت زور دیکر یعقوب علیہ السلام کا نام مبارک لینے کی کوشش کی مگر غم اور پریشانی کے باعث وہ میرے ذہن میں نہ آسکا پس میں ''ابایوسف'' (یوسف علیہ السلام کے والدگرامی)ہی کہہ پائی ملاحظہ ہو۔(صحیح بخاری جلد۲صفحہ ۷۰۰ طبع کراچی)
معترض نے بھی حدیث افک نقل کی ہے مگر اُتنی جتنی سے اسکی مطلب برآوری ہوتی تھی۔ جسکی تفصیل گزرچکی ہے یہ حصہ بھی اپنی اس قطع وبرید کی نذرکرتے ہوئے اس نے غائب کر دیا ہے تاکہ وہ کہیں عدم توجہ کے عدم علم نہ ہونے کا ثبوت بن کر اسکا رغـــم انف نہ کردے جسے بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے ظاہر کرکے پورا کردیا ہے۔

واقعه هذا میں ذهول کی حکمتیں=

لامحالہ واقعہ ہٰذا میں ذھول میں بے شمار حکمتیں تھیں جن میں سرسری طور پر چھ بہت نمایاں ہیں یعنی (۱)علم خالق وعلم مخلوق میں اظہارفرق (۲)بعض اصحاب کرام کوتقدیر مبرم کے طور پراسمیں زہر کے ذریعہ حصول شہادت (۳) یہود عنود کے امتحان کا انکے حسب منشا جواب دیکران پراتمام حجت کہ آپ ﷺ واقعی اللہ (جلّ جلالہ) کے برحق نبی ﷺ ہیں (۴) زہردینے کے منصوبہ بنانے والوں کی بنیادی رکن یہودن (جس کا نام زینب بنت حارث ہےکماقاله غیر واحد من ائمة الشّان و صرح به المعترض ایضاً اور امام ابوداؤد کے حسب تصریح وہ مشہور گھاگھ قسم کے جنگجو یہودی مرحب جسکا شیرخدا حضرت علی نے قصہ تمام کیا تھا،کی بہن تھی)(قــالــه فـی سننـه لاحظ ج۲صفحہ۲۶۴طبع

کراچی اس) کا اسلام لانا اسکے مسلمان ہو جانے کے قول کے مطابق اسی پر موقوف تھا چنانچہ معترض کے امام ابن کثیر نے لکھا ہے۔" قال الزھری فاسلمت "ملاحظہ ہو (البدایہ والنہایہ ج ۳ صفحہ ۲۸۸ طبع بیروت) جو خود معترض کو بھی تسلیم ہے چنانچہ اس نے بھی لکھا ہے۔ "امام زہری نے کہا ہے یہ عورت مسلمان ہو گئی آپ نے اسکو چھوڑ دیا" اھ ملاحظہ ہو (کتابچہ معترض صفحہ ۳۶ طبع رحیم یار خان)

(۵) واقعہ کے ہو جانے کے بعد اس کی مکمل چھان بین کر کے امت کو طریقہ تحقیق، تعلیم فرمانا اور (٦) خود رسول اللہ ﷺ کو اسکے ذریعہ مرتبۂ شہادت سے سرفراز فرمانا جو حضور ﷺ کی عظمت کے ایک اور پہلو کو واضح کرتا ہے کیونکہ شہادت جہریہ آپ کے حق میں بوجوہ ممکن نہ تھی مگر ۔

چشم بداندیش کہ برکندہ باد عیب نمایدش ہنر درنظر

ماضی میں ائمہ دین اسے حضور ﷺ کی عظمت کی دلیل بنا کر پیش کرتے رہے جن میں بعض وہ بھی ہیں جو صراحت کے ساتھ معترض کے فرقہ کے ہاں مسلّم ہیں بلکہ یہاں خود معترض کا بھی پاؤں پھسل گیا اور اسے بھی اسکے تسلیم کیئے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا۔

طبقات ابن سعد سے = چنانچہ امام ابن سعد (جو امام بخاری و مسلم کے اساتذہ میں سے ہیں) ارقام فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا"

لان احلف تسعاً ان رسول اللہ ﷺ قتل قتلا احبّ الیّ من ان احلف

واحدة و ذلك بان الله اتّخذه نبيّاً و جعله شهيداً مجھے ایک بار حلفیہ کہنے سے نو بار حلفیہ یہ بیان کرنا زیادہ محبوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہید بھی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا اور مرتبہ شہادت پر فائز بھی فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو (الطبقات الکبری جلد ۱ جز نمبر ۲ صفحہ ۳۵۰ طبع بیروت)

ابن کثیر سے = معترض کے مستند امام ابن کثیر نے ابن ہشام کے حوالہ سے لکھا ہے "کان المسلمون لیرون ان رسول الله ﷺ مات شهيدًا مع ما اکرمه الله به من النبوه" یعنی مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ شہید بھی ہیں ملاحظہ ہو (البدایہ والنہایہ جلد ۳ صفحہ ۳۸۹ طبع بیروت)

نیز اسی میں (صفحہ ۳۸۹ پر) ہے۔ فتوفی رسول الله ﷺ شهيداً یعنی رسول اللہ ﷺ نے وفات شہادت پائی اھ

قاضی شوکانی غیر مقلد سے = معترض کے ایک اور امام قاضی شوکانی نے لکھا ہے "ذكر جماعة من العلماء انه ﷺ مات شهيدًا بهذا السبب" یعنی علماء کے ایک گروہ نے کہا کہ آپ ﷺ اسی زہر کی وجہ سے شہید ہیں۔ ملاحظہ ہو (تحفة الذاکرین صفحہ ۱۸۷)

خود معترض سے = (خود معترض نے بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۳۷) کے حوالہ سے لکھا ہے "اس بکری میں زہر اسقدر تھا کہ آنحضرت ﷺ مرض الموت (جس مرض میں آپ فوت ہوئے تھے) میں فرماتے تھے مجھے زہر کا اثر اب محسوس ہو رہا ہے" اھ

بلفظہ ملاحظہ ہو (کتابچہ معترض صفحہ ۳۷)

پوچھنا لاعلمی کو مستلزم نہیں= یہود یا اس یہودیہ عورت سے پوچھنے کو معترض اگر لاعلمی کی دلیل بنائے تو یہ اس کا اور دعویٰ ہوگا جسکا اثبات اسکے ذمہ ہمارا واجب الاداء قرض ہوگا اور حسب اصول خود ایسی کوئی صریح آیت یا صحیح صریح حدیث مرفوع دکھانی ہوگی جس میں یہ فرمایا گیا ہو کہ کسی کا کسی امر کے متعلق کسی سے پوچھنا مطلقاً اس سے اسکی لاعلمی کی بناپر ہوتا ہے بلکہ اپنی ہیئت کذائیہ والے نظریہ کے مطابق اسے یہ بھی دکھانا ہوگا کہ بالخصوص واقعہ ہذا میں آپ ﷺ کا اس عورت یا قوم یہود سے دریافت فرمانا محض اس وجہ سے تھا کہ آپ کو معاذ اللہ اسکا علم نہیں تھا۔ نیز اگر علم نہیں تھا تو آپ نے اپنے اصحاب کرام کو یہ فرما کر اس گوشت سے کیوں منع فرما دیا کہ اس میں زہر شامل ہے۔ نیز پوچھنا اگر معاذ اللہ لاعلمی کی بناء پر تھا تو آپ نے جب یہود سے پوچھا کہ تم جس شخص کی اولاد ہو اسکا کیا نام ہے، تو انہوں نے عمداً غلط بتایا جس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں ٹوکا اور فرمایا کہ تمہارا باپ وہ نہیں جو تم نے بتایا ہے بلکہ تمہارا باپ فلاں ہے جسکی تصدیق کئے بغیر انہیں کوئی چارہ کار نہ رہا۔ پس بتایا جائے کہ آپ ﷺ کو اس بارے میں علم تھا تو آپ نے اسکے متعلق ان سے کیوں پوچھا؟ اور اگر علم نہیں تھا تو ان کے غلط جواب کی تکذیب فرما کر اصل حقیقت کیونکر واضح فرمائی؟

نیز پوچھنا لاعلمی کی دلیل ہے والے نظریہ کی رو سے ان آیات واحادیث سے بھی تسلی بخش جواب دینا معترض کے ذمہ ہوگا جن میں اللہ ورسول ﷺ اور دیگر کا علم کے باوجود

پوچھنا مذکور ہے مثلاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اَوَلَم تُؤمِن؟ نیز موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا وما تلک بیمینک یموسیٰ۔

نیز صحیحین کی متفق علیہ حدیث میں ہے۔ فیسأ لھم ربھم وھو اعلم بھم انکا رب ان سے پوچھتا ہے جبکہ وہ ان کی بہ نسبت انکو بہتر جانتا ہے۔

نیز صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکۃ المکرّمہ کے علاقہ، ماہ حج اور ایام قربانی میں صحابہ کرام سے خطبہ کے دوران پوچھا اَیّ یَومٍ ھٰذَا یہ کونسا دن ہے؟ اَیَ بَلَدٍ ھذا یہ کونسا شہر ہے؟ اَیّ شَھرٍ ھذا یہ کون سا مہینہ ہے؟۔ ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے ان سوالوں کے صحیح جوابات کا علم رکھنے کے باوجود ہر سوال کے جواب میں عرض کیا اللّٰہ ورسولہ اعلم اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتا ہے۔ علاوہ ازیں صحیحین کی ایک اور متفق علیہ روایت میں ہے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس موجود تھے۔ آپنے فرمایا تم میں کون ہے جسے فتنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا علم ہو؟ میں نے کہا میں بلا کمی وبیشی کے آپ کے ارشاد کو یاد کئے ہوئے ہوں۔ فرمایا ہاں تم اسمیں طاق ہو بتاؤ آپ کا کیا ارشاد ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ آدمی کا فتنہ اس کے اہل خانہ، اسکے مال، خود اسکی ذات، اسکی اولاد، اور اسکے پڑوسی میں ہوتا ہے۔ جس کے لئے روزہ، نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کفارہ بن جاتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا میں یہ نہیں پوچھنا چاہتا میں تو اس فتنہ کی بات کر رہا ہوں جو سمندر کی طغیانی کی طرح موجزن ہوگا۔ فرماتے

ہیں میں نے عرض کی آپ کو اس کی کیا فکر ہے کیونکہ آپ کے اور اس فتنہ کے مابین تو ایک دروازہ ہے۔ فرمایا وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا اسے آرام سے کھولا جائے گا؟ میں نے کہا نہیں بلکہ اسے توڑ دیا جائے گا، فرمایا پھر تو وہ کبھی بھی بند نہیں ہو سکے گا۔ راوی نے کہا ہم نے حضرت حذیفہ سے عرض کی **هَل كَانَ عُمَرُ يَعلَمُ مَنِ البَابُ** کیا حضرت عمر کو علم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے؟ **قَالَ نَعَم** فرمایا ہاں۔ **كما يعلم ان دون غدٍ ليلةٍ** وہ اسے ایسے یقینی طور سے جانتے تھے جیسے یہ بات کہ مثلاً کل کے دن کے ختم ہونے پر رات شروع ہوگی۔ (الیٰ) لوگوں نے راوی حدیث ہٰذا مسروق سے کہا تم حضرت حذیفہ سے پوچھو وہ دروازہ کون ہے۔ پس انہوں نے ان سے اسکے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا عُمَرُ وہ دروازہ حضرت عمر خود ہیں اھ حدیث **هٰذا ما نحن فيه** کی عمدہ مثال ہے جسکا معترض جوابدہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ضرورت ایجاد کی ماں = معترض اینڈ کمپنی مولوی وحیدالزماں

غیر مقلد کے بعض خودکش حوالہ جات سے تنگ آ کر جان چھڑانے کی غرض سے عموماً جھوٹ بولتے ہوئے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ شیعہ تھا وغیرہ۔ مگر اب اس نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے اسکا حوالہ نقل کیا ہے۔ چنانچہ اسکے لفظ ہیں ''بحوالہ تیسری الباری شرح صحیح بخاری'' ملاحظہ ہو ۳۶ جو وحیدالزماں موصوف کی لکھی ہوئی ہے۔'' تیسیر کو تیسری'' لکھا ہے۔ نظر بد دور۔۔۔۔۔۔۔

علاوہ ازیں معترض اور ہمنواؤں کے نزدیک مرسل روایت مطلقاً مردود ہوتی

ہے۔مگر اس مقام پر اسنے اسے حجت مان کر پیش کر دیا ہے۔چنانچہ لکھا ہے۔،،امام زہری نے کہا ہے یہ عورت مسلمان ہوگئی ملاحظہ ہو(کتابچہ صفحہ ۳۶)جبکہ البدایہ والنہایہ(ج ۴ صفحہ ۲۸۸)میں اسکے متعلق لکھا ہے۔ ''قال البیھقی مرسل'' اھ

علاوہ ازیں صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے اس عورت کو قتل نہیں کرایا جب کہ معترض نے اس کے برخلاف ابن سعد کی روایت نقل کی ہے کہ اسے قتل کرایا گیا تھا۔ ملاحظہ ہو(صفحہ ۳۶)یہاں بخاری کا کوئی مرتبہ کچھ کم نہیں ہوا مگر رفع یدین وغیرہ مسائل میں اس کا مرتبہ کم ہونے لگتا ہے۔اسے کہتے ہیں، میٹھا ھپ، کڑواتھو، نیز اسی جیسے موقع پر کہا جاتا ہے،ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ولا حولَ ولا قوۃ الّا باللّٰہ العظیم

جان بوجھ کر زھر استعمال کیوں کی؟

ہمارے اس بیان سے معترض کے اس شبہ کا بھی خود بخود قلع قمع ہوگیا کہ علم تھا تو یہ جان بوجھ کر زہر استعمال کرنا ہوا جو خودکشی کے مترادف ہے۔کیونکہ جب توجہ تھی ہی نہیں تو اولاً یہ جان بوجھ کر استعمال نہ ہوا۔ثانیاً۔امام حافظ ابن حجر عسقلانی الاصابہ (جز اول صفحہ ۴۱۴ طبع بیروت)میں مشہور جلیل القدر صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ''ابو یعلٰی وغیرہ سے استناداً''نقل کیا ہے۔ '' **لما قدم خالد بن الولید الحرۃ اتی بسمّ فوضعه فی راحته تم سمّی و شربه ولم یضره** ''یعنی آپ جب حرہ میں تشریف لائے تو آپ کو زہر پیش کی گئی جسے آپ نے اپنی ہتھیلی پر رکھا پھر بسم اللہ پڑھی اور اسے نوش فرما گئے مگر اس سے آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اھ۔۔۔۔

اب یہ بتانا معترض کے ذمہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جان بوجھ کر زہر پی کر اس کے بقول خودکشی کی کوشش کیوں اور کس دلیل سے اور کس حکمت کی بنا پر فرمائی تھی؟ اس میں مزید تفصیل وہی ہے جو جواب از حدیث نمبر ۲ کے تحت گزری ہے۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں

گمشدگی قلادہ، صدیقہ کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع۔

معترض نے حدیث نمبر ۴ کے زیرِ عنوان اس سلسلہ کی صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۶۳ سے ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ'' حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ (غزوہ مصطلق ۵ یا ۶ ھ) ایک سفر میں روانہ ہوئی جب مقام بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر گر گیا آپ نے ہار ڈھونڈنے کی خاطر قافلہ روک لیا۔۔۔۔ جب ہم ہار سے ناامید ہو کر چلنے لگے تو نبی اکرم کے پاس ہی اونٹ بیٹھا ہوا تھا اس کو اٹھایا تو میرا ہار اونٹ کے نیچے سے مل گیا۔ اس نے اللہ نے ہار بھی دے دیا اور تیمّم کی رخصت بھی دے دی'' اھ ملخصاً بلفظہ ملاحظہ ہو (صفحہ ۳۷۔۳۸ کتابچہ معترض)

پھر اول فول کے ساتھ اس پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ'' اس واقعہ میں اتنی وضاحت ہے کہ عام آدمی بھی عالم الغیب ہونے کا عقیدہ نہیں رکھ سکتا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہار تلاش کرتے ہوئے واپس ناامید لوٹے تب ہی نبی اکرم ﷺ نے قافلے کوچ کرنے کا حکم فرمایا تو ہار اونٹ کے نیچے سے مل گیا مگر نبی اکرم ﷺ کو معلوم نہ ہو سکا اھ بلفظہ ملاحظہ ہو (صفحہ ۳۹)

جس کا جواب = یہ ہے کہ یہ بھی اسے کچھ مفید اور ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ اسکا منشاء یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا نہیں کہ ہار کہاں پڑا ہے جبکہ نہ بتانا اور ہے اور نہ جاننا چیز ہے دیگر ہے اگر نہ بتانا نہ جاننے کو مستلزم ہے تو یہ معترض کا ایک اور دعویٰ ہے جسکا ثبوت پیش کرنا تا حال اسکے ذمہ ہے۔ نیز اگر یہ کلیہ درست ہے تو معترض اللہ تعالیٰ کے

بارے میں کیا رائے قائم کرے گا کیونکہ اس بزرگ و برتر نے بھی بعض امور لوگوں کے پر زور سوال اور مطالبہ کے باوجود مخفی رکھے اور انکے متعلق نہیں بتایا جیسے وقت وقوع قیامت وغیرہ۔ جبکہ پیش کردہ واقعہ قلادہ میں یہ قطعاً نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا ہو کہ گمشدہ ہار کہاں پڑا ہے۔ معترض میں ذرہ بھر بھی جرات اور صداقت ہے تو بخاری میں اسے ثابت کر کے دکھائے بلکہ پوری ایڑی چوٹی کا زور صرف کر کے حدیث کی کسی کتاب کی کسی صحیح حدیث بلکہ کسی حسن حدیث بلکہ کسی ضعیف حدیث سے اسکا ثبوت پیش کرے۔ دیدہ باید

یونہی کسی چیز کا تلاش کرانا بھی خصوصاً تلاش کرانے والے کی لاعلمی کو مستلزم نہیں۔ اگر ہے تو معترض اپنے اس کلیہ کا کسی واضح آیت یا کسی صحیح صریح حدیث سے اسے ثابت کرے۔ نیز صحیح بخاری وغیرہ کی اس حدیث کا بھی صحیح معیاری جواب پیش کرے'' **ان للّٰہ ملئکة یطوفون فی الطرق یلتمسون اھل الذکر** اھ'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ملائکہ کے ایک گروہ کی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ دورہ کر کے ان لوگوں کو تلاش کر کے جو اللہ کا ذکر کرتے ہوں بارگاہ ایزدی میں ان کی لسٹ پیش کریں۔ ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ المصابیح عربی صفحہ ۱۹۶)

ظاہر ہے کہ اہل ذکر کو ڈھونڈنے کی انکی یہ ڈیوٹی خود اللہ تعالی ہی نے لگائی ہے کیونکہ ملائکہ امر الٰہی کے بغیر کچھ کرتے ہی نہیں ہیں'' **قال اللّٰہ تعالیٰ و یفعلون ما یؤ مرون** '' یعنی ملائکہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں منجانب اللہ امر کیا جائے۔ (پ ۲۸ التحریم)

پلندہ ، جھوٹ و تحریف= افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ معترض نے اپنی نقل کردہ اس حدیث میں اپنی طرف سے کئی ملاوٹیں کر کے یہودیانہ تحریف سے کام لے کر حضرت امام بخاری اور حضرت ام المومنین صدیقہ بلکہ خود حضور سید عالم ﷺ پر جھوٹ بولنے سے بھی گریز نہیں کیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس ہاتھ کی صفائی ہیرا پھری اور جھوٹ کے بغیر اسکے جھوٹے اور باطل نظریہ کا ثبوت ممکن نہیں جسکا مطلب یہ ہوا کہ نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے علم شریف پر اعتراض کرنے والے محرف اور جھوٹے ہیں۔ (وھوالمقصود)۔

چنانچہ بخاری ج ۲ صفحہ ۶۶۳ کے حوالے سے جو اس نے ام المومنین کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ "جب ہم ہار سے ناامید ہو کر چلنے لگے۔" اسکا سفید جھوٹ ہے۔ بخاری میں یہ لفظ ہرگز نہیں ہیں اسی طرح اسکا یہ کہنا کہ "تو نبی اکرم کے پاس ہی اونٹ بیٹھا ہوا تھا اسکو اٹھایا"۔ اس کذاب کی ایک اور کذب بیانی ہے جسکا بخاری میں ہرگز کوئی نام ونشان نہیں ہے۔

یونہی اس کے یہ لفظ کہ "اس دن اللہ نے ہار بھی دے دیا اور تیمم کی رخصت بھی دے دی" یہ بھی اسکا اضافہ ہے جس کا بخاری شریف میں کوئی نشان پتہ نہیں۔

اور اس کا سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ "حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب صحابہ کرام ہار تلاش کر کے واپس ناامید لوٹے تب نبی اکرم ﷺ نے قافلے کو کوچ کرنے کا حکم فرمایا مگر نبی اکرم کو معلوم نہ ہو سکا"۔ کہ اس کی یہ عبارت جھوٹ کا پلندہ ہے جسکا ایک ایک

جملہ جھوٹ، افتراء اور بہتان ہے۔

چیلنج = جس پر ہمارا اسے چیلنج ہے کہ وہ اپنے دیئے گئے حوالہ کے مطابق اپنے ان جھوٹوں کو ثابت کر کے دکھائے جس کے عوض حق محنت کے طور پر ہم اسے اسکے فی جھوٹ کے ثبوت کا ایک ہزار رائج الوقت بطور انعام پیش کریں گے جسے بذریعہ عدالت بھی وصول کیا جا سکے گا۔ ہے جرات تو اپنے مسلک کی ترویج بھی کرے اور منہ مانگا بھی پائے مگر ہم بڑے وثوق سے عرض کرتے ہیں

نہ خنجر اٹھے گا نہ شمشیر اس سے یہ مولوی ہمارا آزمایا ہوا ہے

ایک اور ہاتھ کی صفائی = صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بار کی گمشدگی پھر اسکی وجہ سے سفر میں رکاوٹ کو معاذ اللہ معترض کی طرح حضور ﷺ کی لاعلمی نہیں بلکہ اسے اللہ کی رحمت قرار دیتے ہوئے ایک عظیم حکمت کی تکمیل قرار دیا کیونکہ یہ ایسی جگہ تھی جہاں پانی نہیں تھا اور جو پانی حضرات صحابہ کرام کے پاس تھا وہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ اتنے میں نماز کا ٹائم سر پر آ گیا۔ پانی نہ ہونے کے باعث وقتی طور پر پریشانی پیدا ہوئی جس کے ازالہ کے لئے اسی مقام پر اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی سہولت سے نواز دیا جو رہتی دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے بہت بڑی رحمت ہے چنانچہ جلیل القدر صحابی حضرت اسید بن حضیر نے فرط عقیدت ومحبت سے بارگاہ ام المؤمنین صدیقہ میں خراج تحسین پیش فرماتے ہوئے اسی موقع پر برجستہ یہ الفاظ عرض کئے تھے۔ ''ما ھی باوّل برکتکم یا اٰل ابی بکر'' یعنی اے آل صدیق (صدیقہ) یہ تیمّم کی سہولت جسکا ظاہری سبب آپ کے ہار کی گمشدگی بنی،

کوئی پہلی برکت نہیں جو ہم پر اتری بلکہ اس جیسی برکات اور بھی بہت ہیں جو آپ کے طفیل ہمیں نصیب ہوئیں ملاحظہ ہو اسی صحیح بخاری کے اسی صفحہ نمبر ۶۶۳ پر وہی حدیث جسے معترض نے نقل کیا ہے۔ مگر ہاتھ کی صفائی سے اسے صاف اڑا دیا کیونکہ یہی جملہ اس کے پورے باطل دھرم کا بیڑا غرق کرنے کیلئے کافی تھا اور جس سے واضح ہوتا تھا کہ صحابہ کرام کے نزدیک اس حدیث کا مطلب اللہ کے نبی ﷺ کا معاذ اللہ بے علم ہونا نہیں تھا بلکہ انہوں نے اس رکاوٹ کو تیمّم کی سہولت کے حاصل ہونے کی حکمت کی تکمیل کا باعث اور اللہ کی خالص رحمت سمجھا جس سے یہ بات کھل کر سامنے آ رہی تھی کہ صحابہ کا مذہب اور ہے.....کا اور ہے پس اس نے عافیت اس میں سمجھی کہ وہ اپنے نظریہ باطلہ عاطلہ سے رجوع کی بجائے حدیث ہی میں تحریف کردے کہ اب تو کام چل جائے قیامت تو جب آئے پھر دیکھا جائے گا۔

خوف خدا نہ شرم نبی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حق زبان پر آ ہی گیا = اس مقام پر معترض کے گستاخ قلم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ حضرت صدیقہ کی گودی مبارک میں سر اقدس رکھ کر آرام فرما رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی نیز یہ کہ حضرت صدیقہ بعض ناگوار امور کے باوجود ایک ہی جگہ پر رہیں اور ذرہ بھر بھی نہ ہلیں کہ کہیں سرکار ﷺ کے آرام میں خلل نہ آ جائے (ملخصاً) ملاحظہ ہو (کتابچہ نمبر ۳۸) جس سے معترض اور اس کے نظریہ دونوں کا جھوٹا ہونا واضح ہوتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا اس موقع پر آرام فرما رہنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ

آپ کو ہار کے متعلق کسی قسم کی کوئی پریشانی نہ تھی کیونکہ جو پریشان ہو اس کے آرام کر کے گہری نیند سو جانے کا کیا معنی؟ نیز یہ بھی واضح ہوا کہ حضرات صحابہ کرام بالخصوص حضرت صدیقہ حضور اقدس ﷺ کا بے حد ادب فرماتی تھیں تب ہی تو انہوں نے اپنا آرام اللہ کے محبوب کے آرام پر نچھاور کر دیا۔ پس جن ام المومنین کو اتنا بھی گوارا نہیں کہ سرکار ﷺ کے آرام میں تھوڑا سا بھی خلل آئے وہ آپ کی عظیم صفت اور وصف جلیل علم شریف پر چوٹ کرتے ہوئے لاعلمی کو آپ سے منسوب کر کے معاذ اللہ یہ گستاخی کیونکر کر سکتی ہیں جو معترض کے ان جھوٹے بیانات کے جھوٹے ہونے کی ایک اور دلیل ہے۔

بد زبانئی معترض = معترض نے اس مقام پر رسول اللہ ﷺ کے متعلق خداداد علم غیب کا عقیدہ رکھنے کی بناء پر ہمارے متعلق جو بدزبانی کی ہے وہ بے جا ہونے کے باعث خود اسی پر لوٹ گئی کہ حدیث میں ہے "فقد باء احد هما"۔ نیز آسمان کا تھوکا تھوکنے والے ہی کے منہ پر آیا کرتا ہے۔ باقی ائمہ دین کی تقلید پر اس نے اس مقام پر جو دانت پیسے ہیں اسکی وضاحت رسالہ ہذا کے اوائل میں آ چکی ہے عالم الغیب کے اطلاق کی بحث بھی گزر چکی ہے۔ جس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

دیگر جوابات = اس اعتراض کے دیگر جوابات وہی ہیں جو متعدد بار پہلے گزر چکے ہیں مثلاً یہ کہ معترض کا اسے لاعلمی پر محمول کرنا اسکا اللہ کے محبوب پر بہت بڑا بہتان ہے۔ نیز اس پر غیب کی وہ تعریف صادق نہیں آتی جو اس نے امام بیضاوی سے استناداً نقل کی ہے۔ نیز یہ کہ اس کا جواب دہ خود معترض ہے کیونکہ وہ لکھ چکا ہے کہ سرکار ﷺ وحی

وحی کے بغیر بولتے ہی نہ تھے جسکی رو سے آپ کا ہار کو اسکے بقول تلاش کرانا وہاں پر رک جانا پھر کوچ کرنے کا حکم فرمانا وغیرہ سب وحی الٰہی سے تھا تو یہ اعتراض آپ پر نہیں خود خدا پر ہوگا جس نے آپکی طرف وحی فرمائی تھی یا پھر خود معترض پر ہوگا۔ بہر صورت اسکا وبال معترض ہی پر آئے گا۔

معترض سے ایک اور سوال = معترض نے بخاری ج نمبر۲ صفحہ نمبر۶۶۳ سے نقل کر کے یہ تأثر دیا ہے کہ ہار کی تلاش میں بہت پریشانی اٹھانی پڑی جس کی کچھ وضاحت گزری۔ مزید عرض ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۴۸ میں بھی ہے اس میں ہار کے تلاش کرنے کے متعلق صرف اتنا ہے ''فبعث رسول اللّٰہ ﷺ رجلا فوجدھا ''یعنی ہار گم ہوا جسے لینے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا وہ گیا اور اسے وہ ہار اسی وقت مل گیا۔ اسی طرح بعض دیگر کتب حدیث میں بھی ہے۔ جس سے اسکی کی گئی ساری تشریح کا جھوٹ پر مبنی ہونا واضح ہوتا ہے۔ اور وہ اسکا جوابدہ ہے کہ اسے اپنی طرف سے حدیث کی جھوٹی تشریح کر کے جھوٹ بولتے ہوئے شرم کیوں نہ آئی اور آخر اسمیں کیا حکمت تھی؟

سریّہ عاصم کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع=

معترض نے حدیث نمبر ۵ کا عنوان دیگر سریہ عاصم رضی اللہ عنہ جس میں حضرت عاصم سمیت دس صحابہ کرام شہید کیے گئے تھے اور ان کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا اس کے حوالہ سے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کو علم غیب تھا اور یہ معلوم تھا کہ میرے ان صحابہ کو شہید کر دیا جائے گا پھر بھی بھیج دیا ایسا عقیدہ رکھنے سے تو نبی پاک پر دس آدمیوں کا قتل لازم آتا ہے۔اھ ملخصاً بلفظہ بتغیر یسیر ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۳۹ تا ۴۱)

جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کو معترض نے جدید طریقہ سے شدید گالی دی ہے کیونکہ آپ کا علم برحق ہے۔باقی شہادت کا علم ہونے کے باوجود مجاہدین کو جہاد پر بھیجنے کو بھیجنے والے کی طرف سے قتل ناحق سمجھنا معترض کی کج فہمی، کم علمی اور قلت فہم ہے اور اسمیں بھی بعینہٖ وہی تفصیل ہے جو ستّر صحابہء کرام کی شہادت پر حدیث نمبر ۳ کے جواب کے تحت گزر چکی ہے جس کے اعادہ کی حاجت نہیں کہ وہ باعث طوالت ہے۔اسے ادھر ہی ملاحظہ کیا جائے۔

گھر کو آگ گھر کے چراغ سے= پیش نظر روایت کے حوالہ سے جواباً مزید اتنا عرض ہے کہ معترض نے خود لکھا ہے کہ وہ صحابہ کرام اپنے بچاؤ کے لیے (ایک ٹیلے پر چڑھ گئے) کفار کہنے لگے کہ اگر تم ٹیلے سے اتر آؤ تو تم کو کچھ نہیں کہا جائے گا ۔عاصم بن ثابت کہنے لگے میں ہرگز نہیں اتروں گا.......آخر بنی لحیان والوں نے تیر مارنے شروع کر دیئے جس میں حضرت عاصم بن ثابت سمیت سات آدمی وہیں شہید ہو گئے۔اھ

ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۴۰)

سبحان اللہ مناظر ہوں تو ایسے ہوں۔ موت کے یقینی ہونے کی صورت میں ابھی جس بات کو معترض ساب قتل ناحق کہہ رہا تھا جاتے جاتے اسے شہادت اور ان صحابہ کو شہید مان لیا حالانکہ معترض کے طور پر انہیں چاہیئے تھا کہ جب انہیں امان مل رہی تھی تو اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی جان بچاتے فیا للعجب ولضیعة العلم والادب۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

علم نبی ﷺ بھی تسلیم = پھر لطف یہ کہ معترض جس امر کو شرک وکفر ثابت کرنے چلا تھا جاتے جاتے اسے بھی تسلیم کرلیا۔ چنانچہ اسی روایت کے ضمن میں اس نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی قبل شہادت والی یہ دعا بھی نقل کرڈالی ہے کہ ''عاصم بن ثابت کہنے لگے۔۔۔۔ یا اللہ ہماری خبر ہمارے پیغمبر ﷺ کو پہنچا دے'' اھ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۴۰)

جو اس بات کی دلیل ہے کہ کم از کم حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو غیب بتاتا ہے اسی لئے ان میں سے کسی نے بھی اسے سنکر اس سے انکار نہیں کیا جو علم نبی ﷺ کے ثبوت کی روشن دلیل ہے پس معترض کا اسکے نقل کرنے کے باوجود اسے علم غیب نبی ﷺ کی دلیل نہ بنانا ''چہ دلا وراست دزدے کہ بکف چراغ دارد'' والا معاملہ ہے یا پھر ''فرّ من المطر واستقر تحت المیزاب'' کا آئینہ دار ہے کہ بارش سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے آرکا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اسکے

کپڑے نہیں بھیک نہ جائیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

حدیث ھذا میں معترض کی مجرمانہ خیانت=

معترض نے حدیث ہذا کے نقل کرنے میں قطع و برید سے کام لیتے ہوئے اسمیں کئی مجرمانہ خیانتوں کا ارتکاب بھی کیا ہے۔ اور اسکے وہ جملے اس نے عمداً چھپا دیئے جو اسکے دھرم پر کاری ضرب تھے جس سے ''اہلحدیث'' کی جامع مانع تعریف واضح ہوتی ہے کہ وہ ،وہ ہوتا ہے جو اپنی خواہش پر پوری اترنے والی روایات ہی کو مانتا ہو۔ کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔

خیانت نمبر 1= چنانچہ بخاری شریف میں اس روایت کے ضمن میں یہ بھی ہے۔ ''وکانت تقول مارایت اسیراً قط خیراً من خبیب لقدرایته یاکل من قطف عنب ومابمکة یومئذ ثمرة وانه لموثوق فی الحدید وماکان الارزق رزقه الله ''یعنی حارث کی ایک بیٹی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہ دیکھا میں نے انہیں اس حال میں پایا کہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہونے کی حالت میں انگوروں کا خوشہ کھا رہے تھے حالانکہ اس وقت پورے مکہ میں انگور تھے ہی نہیں لامحالہ یہ اللہ نے انہیں کھانے کو بھیجے تھے۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف ج ۲ صفحہ ۵۸۵ مگر چونکہ ان الفاظ سے ولی کی کرامت کا ثبوت ملتا تھا جو معترض کے لئے موت سے کم نہ تھا پس وہ اسے صاف اڑا گیا۔

خیانت نمبر 2= علاوہ ازیں اسمیں یہ بھی موجود ہے کہ جب حضرت خبیب رضی

اللہ عنہ کو کفار ناہنجار شہید کرنے کیلئے حرم شریف میں لے گئے تو آپ نے ان سے فرمایا مجھے ذرا چھوڑو میں دو رکعت ہی پڑھ لوں۔ پس آپ دو رکعت سے فارغ ہو کر واپس لوٹے اور کفار سے فرمایا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ نماز اسلئے پڑھ رہا ہے کہ موت سے گھبرا گیا ہے تو میں چند رکعات اور بھی پڑھتا۔ آگے یہ لفظ ہیں۔ ''فکان اول من سن رکعتین عندالقتل ھو'' یعنی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ہی پوری تاریخ اسلامی میں پہلے بزرگ تھے جنہوں نے قتل سے قبل دو رکعات پڑھنے کو رائج فرمایا۔ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۵۸۵۔۵۸۶) حدیث کا یہ حصہ معترض اینڈ کمپنی کے خودساختہ معیار بدعت کا قلع قمع کررہا تھا اور یہ اسکے لئے گلے کا کانٹا قرار پارہا تھا کیونکہ اگر انکا مقرر کردہ معیار بدعت درست قرار دیا جائے تو اس سے حضرت خبیب معاذ اللہ بدعتی قرار پاتے تھے کیونکہ قبل از قتل دو رکعتیں پڑھنے کا حسب اصول معترض کوئی ثبوت نہیں کہ سرکار ﷺ نے ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہو یا کم از کم کسی نے آپ کے سامنے ایسا کیا ہو اور آپ نے اسے برقرار رکھا ہو اس کی ایسی کوئی اصل نہیں۔ (فمن ادعیٰ فعلیہ البیان)

اور اگر وہ حضرت خبیب کے اس عمل کو درست قرار دیتا تھا تو اسکا وہ بدعی معیار خود ساختہ غلط اور خود بدعت سیئہ قرار پاتا تھا اس لئے اس نے عافیت اسکے چھپانے میں سمجھی اور اس مجرمانہ خیانت کا مرتکب ہوا۔

خیانت نمبر 3= اس حدیث کا آخری حصہ بھی ولی کی کرامت کی دلیل بن رہا تھا معترض اسے بھی شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گیا۔ جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے چنانچہ

اسکا آخری حصہ اس طرح ہے کہ کفار نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا جسد اطہر اس غرض سے منگوانے کیلئے اپنے کچھ آدمیوں کو روانہ کیا کہ وہ اس کی بے حرمتی کریں کیونکہ انہوں نے جنگ بدر کے موقع پر انکے ایک سردار کو فنا فی النار کیا تھا۔ آگے کے لفظ ہیں = ''فبعث اللہ علیهم مثل الظلة من الدبر فحمة من رسلهم فلم یقدروا منه علی شئی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا ایک لشکر ان کافروں کے مقابلے کیلئے بھیجا جس نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے جسد پاک کی حفاظت کی پس وہ اسے لینے میں کامیاب نہ ہو پائے۔ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۵۸۶ طبع کراچی)

معترض کی فحش غلطی = بخاری شریف کی اس روایت میں ہے۔ ''فاشتری خبیباً بنوالحارث بن عامر بن نوفل'' یعنی حضرت خبیب کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید لیا ملاحظہ ہو (ج ۲ صفحہ ۵۸۵)

مگر معترض نے اسکا یہ ترجمہ کیا ہے ''اور خبیب کو مکہ میں لاکر حارث بن عامر کے ہاتھوں فروخت کردیا'' ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۴۰)

جو اسکی نہایت درجہ فحش غلطی ہے جس سے معترض بھی انکار نہیں کرسکتا بشرطیکہ انصاف کا کچھ مادہ ہو علاوہ ازیں اسی بخاری میں صفحہ ۵۸۵ پر ہے ''وانطلقوا بخبیب وزید حتی باعوهما بمكة'' یعنی کفار حضرت خبیب اور حضرت زید دونوں کو گرفتار کرکے لائے یہاں تک کہ انہوں نے ان کو مکہ شریف میں فروخت کردیا۔ مگر معترض نے اسکا ترجمہ اسطرح کیا ہے ''زید بن دثنہ اور عبداللہ بن طارق کو وہیں شہید کردیا گیا۔ اور

خبیب کو مکہ میں لاکر.........فروخت کردیا گیا۔ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۴۰)

جو اسکی ایک اور فحش غلطی اور قبیح جہالت ہے جو اسی کا حصہ ہے۔

کیا گستاخئ رسالت صرف کبیرہ گناہ ہے =

معترض نے گستاخی رسالت (جو بدترین کفر ہے اس) کو گناہ کبیرہ لکھا ہے جو اسکی ایک اور جہالت نیز اللہ کے محبوب ﷺ سے معاذ اللہ برابری کے دعویٰ پر مشتمل ہے جو بذات خود گستاخی ہے چنانچہ اس نے ازراہ سرکشی، نبی ﷺ کے حق میں خداداد علم غیب کے عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اسمیں تو آپ ﷺ کی شان مبارک میں بڑی گستاخی سرزد ہوتی ہے لہذا آنحضرت ﷺ کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ اھ ملاحظہ ہو (کتابچہ معترض صفحہ ۴۱)

باقی معترض کے اس دعویٰ کا کامیاب آپریشن ، رسالہ ہٰذا کے اوائل میں کیا جاچکا ہے جسکے اعادہ کی حاجت نہیں اسے وہاں پر ہی ملاحظہ کیا جائے۔

احادیث سہود ر نماز سے مغالطہ کا قلع قمع =

معترض نے اس سلسلہ میں احادیث سہود رنماز خصوصاً حدیث ذوالیدین اور روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی مغالطہ دینے کی مذموم کوشش کرتے ہوئے یہ تبصرہ کیا ہے'' کہ کبھی آپ ﷺ چار کی بجائے دو رکعات پڑھا رہے ہیں۔ کبھی چار کی بجائے پانچ رکعات پڑھا رہے ہے۔ کبھی تشہد میں بیٹھنا تھا تو نہیں بیٹھے''۔ اس سے تھوڑا اوپر لکھا ہے'' جو عالم الغیب ہوتا ہے وہ کبھی بھول نہیں کرتا'' ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۴۲۔۴۳) جو اسکی سراسر حماقت اور جہالت ہے کیونکہ

اولا= اسکا دعویٰ تو ہے حضور سید عالم ﷺ کو عطائی علم غیب نہ ہونے کا جبکہ اسکی دلیل بنایا ہے اس نے نماز کو جو قطعاً غیب نہیں۔

ثانیا= ثابت تو کرنا تھا اس نے عدم علم جبکہ دلیل پیش کی ہے سہو کی جو علم کی ضد نہیں بلکہ علم کی دلیل ہے جبکہ علم کی ضد جہالت ہے مگر وہ اتنا بھی نہ سمجھ سکا جس سے اسکی اجہلیت پر روشنی پڑتی ہے۔

ثالثاً= اس مقام پر علم کی نفی کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور سید العٰلمین والعٰلمین ﷺ کو معاذ اللہ رکعات نماز کا بھی پتہ نہیں تھا۔ اسی لئے کیا سے کچھ پڑھ لیں جو اسکی بارگاہ نبوت میں شدید ہرزہ بافی اور سخت گستاخی ہے۔ اللہ کیا اس بے ادب پر آسمان بھی نہیں ٹوٹ پڑتا۔

رابعاً= یہ اعتراض، معترض کے عقل سے فارغ یا کم از کم ذہنی کیفیت کے اپ

سیٹ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ وہ اپنے اس (کتابچہ کے صفحہ ۵۹) میں خود لکھ چکا ہے کہ وحی کے بغیر پیارے نبی ﷺ بولتے ہی نہ تھے۔ جسکا واضح مطلب یہ ہوا کہ سہو کا یہ واقعہ اول تا آخر وحی الٰہی سے ہوا پھر وہ اسے عدم علم بھی سمجھتا ہے تو کیا وحی الٰہی کو جہالت کہنے کے مترادف نہیں۔ نیز کیا یہ اعتراض براہ راست خود خدا کی طرف نہیں جا رہا؟

خامساً = اس سب سے قطع نظر سوال یہ ہے کہ معترض نے جو اسے اللہ کے محبوب ﷺ کی (معاذ اللہ) لاعلمی پر محمول کیا ہے اسکا لاعلمی کی وجہ سے ہونا اللہ یا اسکے رسول ﷺ نے بیان فرمایا ہے یا یہ اسکی ذاتی رائے ہے ذاتی رائے ہے تو وہ اسی کا مصداق ہوا جو اس جیسے موقع پر اس کے لائق ہے۔ ورنہ اسکے ثبوت کی مطلوبہ معیار کی آیت یا حدیث پیش کرے۔

سادساً = قصہ ذوالیدین میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے جب آپ ﷺ سے یہ پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آج سے رکعات نماز میں کمی کر دی گئی ہے یا نسیان ہو گیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا تھا۔ لم انس ولم تقصر مجھے نہ تو نسیان ہوا ہے اور نہ ہی رکعات نماز میں کوئی کمی کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۶۹ نیز صفحہ ۱۶۴)

جو خود معترض کو بھی تسلیم ہے چنانچہ اس نے ان لفظوں کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے

فرمایا نماز نہ کم ہوئی اور نہ میں بھولا۔ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۴۲ بحوالہ بخاری صفحہ ۱۶۴ ج ا)

پس جب سرکار ﷺ نے فرما دیا کہ میں لم انس میں بھولا نہیں ہوں۔ تو معترض کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ آپ کے فرمان کے مقابلہ میں آپ کی طرف بھولنے کی

نسبت کرے کیا اس سے وہ اس حدیث کا منکر قرار نہیں پایا اور کیا وہ ایسا کر کے اپنے مشہور نعرہ ''اہلحدیث کے دو ہی اصول، اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول'' سے منحرف ہو کر اپنی ہی چھری اور اپنی ناک کا مصداق ہو کر بقلم خود اہلحدیث مذہب سے خارج نہیں ہو گیا۔؟ اہلحدیث مذہب سے خارج ہونے کا مطلب خود اسی سے دریافت کر لیا جائے تو بہتر ہوگا ورنہ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

حدیث میں ملاوٹ = باقی اس مقام پر اسکی تاویل کرتے ہوئے بریکٹ میں اسکا یہ کہنا '' کیونکہ آپ ﷺ نے اپنے خیال کے مطابق نماز درست پڑھائی تھی '' ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۴۲۔۴۳)

تو یہ اسکی حدیث میں ملاوٹ اور معنوی تحریف ہے جسکی ایک واضح دلیل خود اسکا اسے بریکٹ میں رکھنا بھی ہے۔ پھر بھی نہ مانے تو اسکا ثبوت اسکے ذمہ ہمارا واجب الاداء قرض ہے مگر دلیل کیلئے واضح آیت یا صحیح صریح مرفوع حدیث درکار ہے جیسا کہ خود اسکا دعویٰ بھی ہے۔

مغالطہ کہ عالم الغیب بھولا نہیں کرتا =

رہا اسکا یہ کہنا کہ جو عالم الغیب ہوتا وہ کبھی بھولا نہیں کرتا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کبھی بھولے نہیں ہیں ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۴۳)

تو یہ اسکا مغالطہ ہے کیونکہ بحث اسمیں نہیں کہ اللہ عالم الغیب یا وہ بھولنے سے پاک ہے بحث تو اسمیں ہے کہ وہ عالم الغیب اور بھولنے سے پاک ذات اپنی مخلوق میں کسی کو

علم غیب سے نوازتا ہے یا نہیں؟

معترض کا موقف نفی ہے پس اسے کوئی ایسی صریح آیت یا صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کرنی چاہئے جسکا صریح مضمون یہ ہو کہ اللہ کسی کو غیب کا علم نہیں دیتا یا بر سبیل تنزل جسے سہو ہو جائے اسے عطائی علم غیب نہیں ہوتا۔ اسکے بغیر اسکی تقریب تام نہیں کہ یہی اس کا دعویٰ ہے اور اسی کا اثبات اسی کے ذمہ ہے۔

تنبیہ = انشاء اللہ سہو کی حکمتیں ہم کسی اور موقع پر بیان کریں گے سر دست معترض پر اسکی علمی پوزیشن کو واضح کرتے ہوئے اس سے اسکا حساب لینا مقصود تھا اس لئے اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

روایت ما ادری مایفعل به کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع

معترض نے حدیث نمبر 7 کے زیر عنوان بخاری ج اصفحہ ۱۶۶ سے اس سلسلہ میں ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ ام العلاء انصاریہ نے حضرت عثمان بن مظعون کی وفات کے موقع پر جب انہیں جنتی قرار دیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے یہ حکم لگانے پر خفاء ہو کر ان سے فرمایا تھا ' تجھے کیسے علم ہوا...... خدا کی قسم میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور اس پر یہ نہیں جانتا کہ میرا حال کیا ہونا ہے'' اھ ملخصاً بلفظہ کتابچہ صفحہ ۴۵

اقول = یہ بھی معترض کو کچھ مفید اور ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ

الجواب اولاً = صحیح یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے اس موقع پر مایفعل به فرمایا تھا۔ جس کا تعلق حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ہے آپ نے اس موقع پر اپنے متعلق یہ بات کی ہی نہیں کہ میرا حال کیا ہونا ہے جیسا کہ معترض نے لکھا ہے۔ پس مایفعل بی کے لفظ صحیح ثابت نہیں جسکی (۱) ایک دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ یقیناً اللہ کے برحق نبی و برحق رسول ہیں جبکہ نبی و رسول کا اخروی طور پر کامیاب ہونا ضروریات دین سے ہے اور (۲) یہ کہ یہ مدینہ منورہ کا واقعہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہجرت سے پہلے ہی آپ ﷺ سے فرما چکا ہے۔

عسی ان یبعثك ربك مقاما محموداً یعنی وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جس میں آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر ظاہر فرمائے گا۔ (آیت میں مقام محمود سے مراد معترض کے بڑوں کے نزدیک بھی مقام شفاعت ہے ملاحظہ ہو حاشیہ ترجمہ ثنائی۔

نیز فرمایا وللآخرۃ خیرلك من الاولی ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ یعنی اے محبوب آخرت آپ کیلئے دنیا کی بہ نسبت ضرور بہتر ہے اور وہ وقت ضرور عنقریب آ رہا ہے جس میں آپ کا رب آپکو اتنا دے گا کہ آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔

پس خصوصاً ان آیات کے بعد حضور کیسے فرما سکتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہونا ہے۔ جیسا کہ معترض نے کہا ہے۔

(۳) علاوہ ازیں یہ حدیث بخاری میں کم وبیش چار مقامات پر ہے۔ (۱) ج اول صفحہ ۱۶۶ کتاب الجنائز جہاں سے معترض نے اسے نقل کیا ہے۔ (۲) ج اول صفحہ ۳۶۹ کتاب الشہادات۔ (۳) ج اول صفحہ ۵۵۹ کتاب المناقب اور (۴) ج ۲ صفحہ ۱۰۳۹ کتاب التعبیر ان میں سے کتاب الجنائز اور کتاب التعبیر میں دو مختلف نسخوں کا ہونا مذکور ہے یعنی ان میں بــــہ اور بــــی دونوں لکھے ہیں جبکہ کتاب الشہادات اور کتاب المناقب میں صرف بہ کے لفظ ہیں جس سے بی کے الفاظ کا کم ازکم مشکوک ہونا متعین ہو جاتا ہے۔

(۴) علاوہ ازیں بخاری ج ۱ صفحہ ۱۶۶ کتاب الجنائز حاشیہ صفحہ ۱۱ اور ج ۱ صفحہ ۵۵۹ کتاب المناقب حاشیہ ۷ میں امام داؤدی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بــــی کے لفظ یہاں وہم ہیں صحیح مایفعل بہ ہے

معترض پھر بھی نہ مانے تو سورۃ اسراء اور سورۃ والضحیٰ شریف کی منقولہ بالا آیات جو پیش نظر واقعہ سے کافی پہلے کی ہیں کا جوابدہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو پہلے سے

یہ سب کچھ بتا چکا ہے تو آپ نے اسکے باوجود بقول معترض مـایفعل بی کیوں اور کس وجہ سے فرمایا ؟ ؟ ؟ ؟

معترض سخت جاھل یا پھر شدید معاند=

بیان بالا سے معلوم ہوا کہ علی التصحیح اور علی التحقیق حضور سید عالم ﷺ کے اس کلام مبارک کا تعلق آپ کی ذات سے نہیں بلکہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ہے لیکن معترض نے اسے حضور ﷺ ہی سے متعلق رکھا اور ایک ہی ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور اس پر یہ نہیں جانتا کہ میرا حال کیا ہونا ہے۔ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۴۵)

لہٰذا اگر اسے اسکے غلط یا کم از کم مختلف فیہ ہونے کا علم نہیں تھا تو وہ سخت جاہل ہوا جس سے واضح ہوا کہ اللہ کے نبی ﷺ کے علم شریف پر اعتراض کرنے والے جاہل ہی ہوتے ہیں۔

اور اگر اسے علم تھا اور ہمارا عندیہ بھی یہی ہے کہ اسے ضرور اس کا علم تھا تو اس کے باوجود اس کا یہ اقدام شان نبی ﷺ کے ساتھ اسکے بغض وعناد کا واضح ثبوت ہوا جس سے پتہ چلا کہ توحید کا درد اس کا محض بہانہ ہے اصل مقصد فضائل رسول ﷺ کا چھپانا ہے جسکے متعلق اللہ عزوجل کا فرمانا ہے۔ اولئك يلعنهم الله ويلعنهم اللّاعنون۔

الجواب ثانیاً= رہا یہ کہ مایفعل بی نہ سہی مایفعل به ولا بکم ہی سہی بہرصورت اس میں علم کی نفی تو مذکور ہے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ ہمارے حسب دعویٰ علم کا

بیّن ثبوت ہے جس سے معترض پر چوری پھر سینہ زوری والی مثال صادق آتی ہے کیونکہ پیش نظر حدیث میں لا ادری کے لفظ ہیں لا اعلم کے لفظ نہیں ہیں پس اسمیں علم کی نفی قطعاً نہیں بلکہ درایت کی نفی ہے جسکا مفہومی معنےٰ ہے اٹکل اور اندازے سے معلوم کرنا جس سے معترض کو بھی انکار نہیں ہوسکتا ورنہ وہ علم ودرایت میں تساوی ثابت کرے۔ پس معنےٰ یہ ہوگا کہ اے ام العلاء تم جو عثمان بن مظعون کے متعلق شهادتی علیك کہہ کر از خود غیب کی خبر دے رہی ہو تمہیں اسکا کیسے پتہ چلا جب تم نے غیب دیکھا نہیں تو یقیناً تمہاری خبر تمہارے اندازے اور اٹکل سے ہے جبکہ میں اللہ کا رسول ہو کر بھی محض اندازے اور اٹکل سے ایسی باتیں نہیں کہتا پس تمہیں یہ حق کس نے دیا ہے۔؟

الغرض اس سے مقصود بلا دلیل اخبار غیب پر ڈانٹنا ہے۔ نہ تو اس سے حضرت عثمان کی نیکی پر انکار ہے کیونکہ آپ نے خود فرمایا واللّٰہ انی لا رجوله الخير قسم بخدا مجھے اسکے لئے بہتری کی امید ہے۔ جسے خود معترض نے بھی الٹ پلٹ کر کے نقل کیا ہے۔ اور نہ ہی اس سے مقصود مطلقاً علم کی نفی ہے کیونکہ سورۂ اسراء اور سورۂ والضحیٰ کی منقولہ بالا آیات کی رو سے حضور کو آپ کے متبعین کی بہتری کے بارے میں بتا دیا گیا تھا۔ (کمامرّ) بلکہ غور سے دیکھا جائے تو یہ حدیث عطائی علم غیب کی عمدہ دلیل ہے کیونکہ جب اسمیں از خود اٹکل اور اندازے سے جاننے کی نفی ہے تو لامحالہ بتعلیم الٰہی جاننے کا اثبات ہوا۔ اسی لئے علماء نے فرمایا او زجر لقائلة عثمٰن هنيئالك الجنة لحكمها بالغيب۔

حدیث هذا میں علم عطائی کی نفی مقصود نہیں=

یہی وجہ ہے کہ حضرت ام العلاء نے جب یہ بات محض اپنے اندازے سے کہی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس پرٹوک دیا لیکن اسکے بعد جب انہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان کا عند اللہ معزز ومکرم ہونا دکھا دیا پھر انہوں نے بارگاہ نبی ﷺ میں اسے بیان کیا تو آپ نے پھر انہیں کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہ فرمائی چنانچہ یہ بات بھی اسی صحیح بخاری میں اس حدیث کا جز ہونے کے طور پر مذکورو موجود ہے۔ جسے معترض نے چھوا تک نہیں

انہی ام العلاء سے سے مروی ہے:- قالت فاحزنني ذلك فنمت فاريت لعثمن بن مظعون عينا تجرى فجئت رسول الله ﷺ فاخبرته فقال ذلك عمله۔ انہوں نے فرمایا کہ اسکے بعد مجھے اسکا قلق رہا پس میں ایکبار سوگئی تو مجھے عالم رؤیا میں دکھایا گیا کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے پانی کا ایک چشمہ جاری ہے پس میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسے آپ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد انکا نیک عمل ہے جو انکے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

ملاحظہ ہو(صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۵۵۹ طبع اصح المطابع۔ نیز ج ۱ صفحہ ۳۷۰ طبع مذکور نیز ج ۲ صفحہ ۱۰۳۹)

یہ خواب انکے جنتی ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ صدقہ جاریہ انکا ہوتا ہے جنکا خاتمہ بالخیر ہوا ہو فافہم۔

رسول ﷺ کیلئے حضرت عثمان کے جنتی ہونے کے علم کا ثبوت=

رہا یہ کہ حدیث ہذا کا زیر بحث جملہ تو حضرت عثمان بن مظعون کی اخروی کیفیت کے تصریحاً معلوم ہونے سے ساکت ہے تو اسکی صریح دلیل کونسی ہے کہ آپ ﷺ کو انکے اخروی حال کا علم تھا؟

تو جواباً= عرض ہے کہ

اولاً= زیر بحث حدیث کو تفصیل سے ساکت مان لینے سے اسکا نفی علم میں صریح نہ ہونے کو تسلیم کر لینا بھی لازم آیا۔ پس وہ معترض کی دلیل نہ رہی۔

ثانیاً= کئی آیات کے علاوہ حدیث صحیح کثیرہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کو جملہ اہل دوزخ کا تفصیلی علم عطا کیا گیا تھا مثلاً صحیح بخاری صفحہ ۹۷۳ ج ۲ وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے سب سے آخری جنتی شخص کا بھی حال بیان فرمایا (ملخصاً)

نیز اسی صحیح بخاری (ج ا صفحہ ۴۵۳) میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے ہم میں ایک جگہ پر کھڑے ہو کر ابتداء آفرینش سے لیکر جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی تمام تفصیل بیان فرما دی اھ

نیز صحاح ستہ کی مشہور کتاب جامع الترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے دونوں مبارک ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ پس آپ نے ہم سے فرمایا پتہ ہے یہ کتابیں کیسی

ہیں ۔ہم نے عرض کیا یا رسول ﷺ آپ کے بتائے بغیر ہمیں ان کا کچھ پتہ نہیں چل سکتا آگے اسطرح ہے

فقال للزی فی یده الیمنی هذا کتاب من رب العلمین فیه اسماء اهل الجنة واسماء اٰبائهم وقبائلهم ثم اجمل علیٰ اٰخرهم فلا یزاد فیهم ولاینقص منهم ابداً۔ ثم قال للزی فی شماله هذاکتاب من رب العلمین فیه اسماء اهل النار واسماء اٰبائهم وقبائلهم ثم اجمل علی اٰخرهم فلا یزاد فیهم ولاینقص منهم ابدًا (الحدیث)

یعنی اسکے بعد آپ ﷺ نے اپنے دایاں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا یہ رب العلمین کی طرف سے کتاب ہے اسمیں تمام جنتیوں انکے باپ دادوں اور انکے قبیلوں کے نام ہیں پھر انکے آخر میں میزان دے دیا گیا ہے پس ان میں نہ تو اضافہ ہوگا اور نہ کبھی کمی ہوگی۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے بایاں ہاتھ مبارک والی کتاب کے متعلق فرمایا یہ رب العلمین کی جانب سے کتاب ہے جس میں تمام دوزخیوں ،انکے باپ دادوں اور انکے قبیلوں کے نام ہیں جن کی آخر میں کل میزان دے دیا گیا ہے لہٰذا نہ تو انمیں اضافہ کیا جائے گا اور نہ ہی ان سے کبھی کمی کی جائے گی (الحدیث) ملاحظہ ہو(مشکوٰۃ المصابیح عربی صفحہ ۲۱ طبع اصح المطابع)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حضور سرور عالم ﷺ کو حضرت عثمان بن مظعون رضی

اللہ عنہ کے اخروی حال کا تفصیلی علم عطا کیا گیا تھا پس اگر مبحث فیہ حدیث کا زیر بحث جملہ مجمل ہو تو یہ دلائل اسکی تفصیل ہیں لہٰذا ''واللّٰه انی لارجوله الخير '' سے مغالطہ مت کھایا جائے ----فافہم----

روایت 'ما منعکم ان تعلمونی' سے مغالطہ کا قلع قمع

معترض نے اس سلسلہ میں حدیث نمبر ۸ کے زیر عنوان بخاری ج اص ۱۷۹ کے حوالہ سے ایک مغالطہ یہ دیا ہے کہ ایک مریض صحابی رات کو فوت ہوئے صحابہ کرام نے اسے رات ہی میں دفن کر دیا۔ صبح کو حضور ﷺ کو اسکی خبر پہونچی " تو آپ نے فرمایا تم نے (جنازہ تیار ہوتے وقت) کیوں مجھ کو خبر نہیں کی " ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۴۱) پھر اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " معلوم ہوا کہ آپکو جب تک خبر نہ دی جاتی تب تک آپ کو معلوم نہ ہوتا عالم الغیب ہونے کی یہ صفت نہیں " ملاحظہ ہو (صفحہ ۴۶)

اقول = یہ بھی قطعاً اسکی دلیل نہیں بلکہ مغالطہ ہے کیونکہ اسکا دعویٰ تو ہے نفی علم غیب کا جبکہ دلیل میں اس نے پیش کیا ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے واقعہ کو جس پر غیب کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اگر یہ غیب کا واقعہ ہے تو جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان (متوفی) صحابی کو نماز جنازہ کے بعد دفن کیا، کیا وہ عالم الغیب تھے؟۔ پھر اسمیں ایسا کوئی لفظ نہیں جسکا یہ معنی ہو کہ معاذ اللہ آپ کو اسکا علم نہیں تھا جسکی بناء پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کیوں مجھ کو خبر نہیں کی " پس اس نے یہ توجیہ کر کے حضور سید عالم ﷺ سے ایسی بات منسوب کی ہے جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی۔ جو ایسا سخت جرم ہے کہ جس کی سزا جہنم ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے توجہ نہیں فرمائی جبکہ عدم توجہ، عدم علم، کو مستلزم نہیں جیسا کہ مع الدلائل ابھی گزر چکا ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کی شان دوسروں سے الگ ہے آپ کو دوسروں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا لیکن معترض مرید نے تو آپ ﷺ کو معاذ اللہ کم

ازکم عام لوگوں کی طرح بھی نہیں سمجھا کیونکہ جب وہ صحابی بہت علیل تھے تو انکے وفات جانے کے قرائن موجود تھے جن سے ایک عام آدمی بھی واقف تھا۔

باقی کسی کا کسی کو کسی امر کے متعلق خبر دینا بھی مخبرلہ کی لاعلمی کو مستلزم نہیں خود صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث میں ہے کہ ملائکہ کی ایک جماعت اس امر کے لئے مقرر ہے کہ وہ اہل زمین عباد کے اعمال کی بارگاہ الٰہی میں رپورٹ پیش کرے۔اور صحیح مسلم شریف وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایکبار گریہ فرمانے لگے۔اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو فرمایا جاؤ اور میرے محبوب سے انکے رونے کی وجہ پوچھ کر آؤ۔جبرائیل علیہ السلام نے آکر آپ سے رونے کا سبب پوچھا آپ نے اپنے رونے کی وجہ غم امت بیان فرمائی جبریل علیہ السلام نے جاکر بارگاہ ایزدی میں اسکی خبر دی تو رب تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب سے جاکر کہو کہ ہم آپ ﷺ کو آپ کی امت کے حوالہ سے راضی کریں گے اور آپ ﷺ کو اس میں بالکل پریشان نہیں کریں گے۔

لہٰذا معترض کا یہ کہنا کہ " آپ کو جب تک خبر نہ دی جاتی تب تک آپ ﷺ کو معلوم نہ ہوگا" یہ اسکا خود بزور کشید کردہ مطلب ہے اور یہ اسکا محض اپنا قیاس ہے جسے وہ کار ابلیس کہا کرتے ہیں جبکہ اس قسم کے اندازے غلط بھی ہوتے ہیں۔ورنہ معترض جب اول فول سے چپ بیٹھا ہو تو کیا اسکے دیکھنے والے اسے گونگا تصور کریں؟

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار گوشہ نشین ہو گئے تو ایک صحابی نے اس عزلت نشینی کو اس پر محمول کیا کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی

ہے چنانچہ انہوں نے یہی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی جا کہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت ہو کر اسکی تحقیق کرتے ہوئے پوچھا **اطلقت نساء ك** ؟ حضور ﷺ کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ ﷺ فرمایا **"لا"** یعنی ایسا نہیں ہے۔ اس پر حضرت عمر نے اس صحابی کی غلط فہمی پر تعجب کرتے ہوئے **الله اکبر** کہا۔

معترض کے الفاظ " آپ ﷺ کو جب تک خبر نہ دی جاتی " الخ کا تعلق عام حالات سے ہے جسکا واضح مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ عام حالات میں عام لوگوں کی طرح تھے جو اسکی کج فہمی اور کوڑ مغزی کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ درست ہے تو ان احادیث کا جواب دینا اسکے ذمہ ہمارا واجب الاداء قرض ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت نجاشی کی وفات کی خبر خود دی۔ نیز یہ بھی صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ جنگ موتہ میں حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کی خبر انکی اطلاع آنے سے پہلے خود آپ ﷺ نے دی۔ علاوہ ازیں یہ بھی صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو ھریرہ کو آپ نے مال صدقہ کی حفاظت کا پاسبان مقرر فرمایا۔ شیطان بصورت آدمی چور بن کر آیا جسے انہوں نے پکڑ لیا پھر اسکی منت سماجت سے ترس کھا کر اسے چھوڑ دیا۔ صبح جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے بتانے سے قبل فرمایا۔ **"ما فعل اسیرك البارحة** ابوھریرہ! تمہارے رات والے چور کا کیا بنا؟ پھر تفصیل کو انکی زبانی سماعت فرما کر یہ بھی فرمایا کہ وہ پھر آئے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ آیا جیسا کہ بہت مشہور اور طویل واقعہ ہے۔ **(وغیرها من الوقائع)** ان واقعات میں یہ کہیں نہیں کہ

کسی صحابی نے اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا ہو کہ حضور والا آپ کو خبر تو کسی شخص نے نہیں دی آپ ﷺ کو کیسے علم ہو گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ اور ہے۔ اور۔۔۔۔۔ کا عقیدہ اور ہے۔

صحابہ کرام کا ادب= معترض کی پیش کردہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ کرام سے فرمایا۔"**مامنعکم ان تعلمونی**" اسکی وفات کے متعلق مجھے بتانے سے تمہیں کیا چیز مانع ہوئی؟ تو انہوں نے عرض کی"کان اللیل فکر ھنا وکانت ظلمة ان نشق علیك" یعنی حضور! رات کی تاریکی میں ہم نے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا جیسا کہ خود معترض نے بھی نقل کیا ہے ملاحظہ ہو (کتابچہ معترض)

جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کا بہت ادب کرتے اور آپ کی شان کے دوسروں سے الگ ہونے کے قائل تھے جس سے معترض ساب یکسر خالی ہیں۔ اس لئے جو منہ میں آتا ہے اگل دیتے ہیں۔ الغرض صحابہ کرام کا صبح کو آپکی بارگاہ اقدس میں اسکی خبر دینا محض آداب وفرائض غلامی کی بناء پر تھا۔ اگر اس عقیدہ کی بناء پر تھا کہ صحابہ کرام نے معاذ اللہ اس بارے میں آپ کو لاعلم سمجھا تو یہ ایسا دعوٰی ہے جسکی دلیل پیش کرنا معترض کے ذمہ ہے (اسکے اور جواب بھی ہیں جنکی تفصیل کا یہ مختصر رقیمہ متحمل نہیں۔)

واقعہ قبول اسلام عبداللہ بن سلام سے مغالطہ کا قلع قمع

حدیث نمبر ۹ کے زیر عنوان بحوالہ بخاری ج ۲ صفحہ ۶۴۳ ایک اور مغالطہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے طویل واقعہ سے بھی دیا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری کا سنا تو بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر معترض کے لفظوں میں ہنس کر کہنے لگے "میں" تجھ سے تین باتیں ایسی پوچھتا ہوں جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں بتلا سکتا (پھر آگے ان کی تفصیل ہے) آپ ﷺ نے فرمایا ابھی ابھی جبریل نے یہ باتیں مجھے بتلا دیں ہیں اس سے معترض نے وجہ استدلال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ کہہ کر کہ مجھے جبریل نے ابھی ابھی خبر دی ہے یہ ثابت کر دیا کہ علم غیب خاصہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے کیونکہ جس کو خبر دی جائے وہ عالم الغیب کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر ایسے خبر دینے سے عالم الغیب ہوتا ہے تو پھر ہر شاگرد سبق یاد کرنے کے بعد عالم الغیب ہوسکتا ہے اھ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۴۷۔۵۰)۔

اقول= معترض کے اس اعتراض کی بنیاد اس خودساختہ اصول پر ہے کہ جو بتا دیا جائے وہ علم غیب نہیں جو اسکی بنیادی غلطی اور ایسا دعویٰ ہے جسکا ثابت کرنا ابھی اس کے ذمہ ہے۔ بلکہ اس پر علم غیب کا اطلاق اسکے کئی بزرگوں سے ثابت ہے جسکی مکمل باحوالہ تفصیل رسالہ ہٰذا میں ابھی گزری ہے پس، جب بنیاد ہی غلط ہے تو اسکے سہارے قائم کیا گیا استدلال کیونکر درست ہوسکتا ہے۔ اسکا جواب بھی رسالہ ہٰذا میں گزر چکا ہے کہ اگر خبر دینے سے عالم الغیب ہوتا ہے الخ لہٰذا اسے وہیں ملاحظہ کیا جائے اعادہ کی حاجت نہیں بلکہ

باعث طوالت ہے۔

وبطریق اٰخر = یہ حدیث علم غیب عطاء النبی ﷺ کی روشن دلیل ہے جسے معترض ہیرا پھیری سے اپنی دلیل بنا کر پیش کر رہا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن سلام نے سوال کرتے ہوئے حضور انور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تھا " **انی سائلك عن ثلث لا یعلمهن الانبی** " یعنی میں آپ سے ایسی تین چیزوں کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں جنکا نبی کے علاوہ کسی کو علم نہیں ہوتا ملاحظہ ہو (بخاری ج ۱ صفحہ ۶۴۳) جو معترض کو بھی تسلیم ہے۔ جیسا کہ اسکی عبارت گزر چکی ہے۔ پھر انہوں نے جن تین چیزوں کے متعلق سوال کیا وہ یقیناً غیب سے تھیں جنکی تفصیل خود حضرت عبداللہ بن سلام کے لفظوں میں بر وایت بخاری اس طرح ہے " فما اوّل اشراط الساعة و ما اوّل طعا م اهل الجنة وما نیزع الولد الیٰ ابیه اوالیٰ امه " یعنی (۱) قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے (۲) اہل جنت کو جنت میں داخل ہونے کے بعد پہلا کھانا جو بطور مہمانی دیا جائے گا کیا ہوگا؟ اور (۳) بچی بچہ کو کون سی چیز انکے باپ یا انکی ماں کی شکل وصورت پر کھینچ لاتی ہے ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۶۴۳) یہ تفصیل معترض نے بھی استناداً لکھی ہے ملاحظہ ہو (اسکا کتابچہ صفحہ ۴۷) پس حضرت عبداللہ بن سلام کا ان غیب کی چیزوں کے بارے میں یہ کہنا کہ " **لا یعلمهن الانبی** " نبی کے سوا کسی کو انکا علم نہیں ہوتا پھر حضور سید عالم ﷺ کا اس پر تنقید یا اسکی تردید فرمانے کی بجائے اسے نہ صرف برقرار رکھنا بلکہ انکی وضاحت فرما دینا بتائے ہوئے غیب پر علم غیب کا اطلاق اور حکم دونوں کا درست ہونا ثابت ہوا۔ پھر

حضرت عبداللہ کا "**الا رسول**" کی بجائے "**الا لنبی**" کہنا اس امر کو مزید پختہ کر دیتا ہے کیونکہ نبی کہتے ہیں اس ہستی کو جو غیب کی خبریں دے جبکہ خبر دینے سے پہلے غیب کا علم ہونا ضروری ہے کہ جو جانتا نہ ہو وہ بتائے گا کیونکر؟ علاوہ ازیں یہ جملہ انہوں نے قبول اسلام سے قبل کہا تھا جبکہ وہ اس وقت علماء یہود میں سے تھے۔ جس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ یہودی تک اس بات کے قائل تھے کہ نبی کو علم غیب ہونا خاصہ اور کمال نبوت ہے۔

پھر جب انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے اسکی وضاحت سنی کہ (۱) قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی جانب دھکیل دے گی۔ (۲) اہل جنت کو جو پہلا کھانا کیا جائے گا وہ مچھلی کے جگر کا عمدہ حصہ ہوگا اور (۳) جب مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب آجائے تو بچی بچہ مرد کی صورت پر ورنہ عورت کی شکل پر پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ بن سلام نے فوراً کلمہ پڑھتے ہوئے کہا۔ "**اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد انك رسول اللّٰہ**" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی معبود برحق ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۶۴۳)

جو اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت عبداللہ کے قبول اسلام کا بنیادی سبب ہی حضور ﷺ کا علم غیب پھر اخبار غیب ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دور کے یہودی بھی علم غیب نبی ﷺ کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے مگر افسوس صد افسوس کہ دور حاضر کا کلمہ پڑھنے والا نبی ﷺ کے علم غیب کا سنکر کفر و شرک کا خطرہ محسوس کرنے لگتا ہے۔ جو یہودی سے کئی گنا

بڑھ کر عداوت، بغض اور عناد کا آئینہ دار ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال مرحوم نے ہی کیا خوب کہا ہے۔ یہ مسلمان ہیں کہ جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

حضور ﷺ علم میں جبرئیل علیہ السلام کے محتاج نہیں

رہا جبرائیل علیہ السلام کا سرکار ﷺ کو اس بارے میں خبر دینا؟ تو یہ بھی معترض کو کچھ مفید اور ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ (۱) کسی کا کسی کو کسی امر کی خبر دینا اس کو مستلزم نہیں کہ مخبر لہ کو اسکی اس سے پہلے خبر نہ ہو جسکی کچھ تفصیل حدیث نمبر ۸ کے جواب کے تحت گزر چکی ہے۔ اسکی مزید دلیل وہ آیات اور سور قرآنیہ بھی ہیں جو مکرر نازل ہوئیں۔ یا بعض امور کا علم شب معراج میں بلا حجاب آپ ﷺ کو عطا فرمایا گیا پھر جبرائیل علیہ السلام کی معرفت دوبارہ بھی اتارا گیا جیسے سورۃ بقرہ شریف کی آخری آیتیں وغیرھا۔

(۲) جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ اخبار نبی کریم ﷺ کیلئے ذرائع علم سے ایک ذریعہ ہے اور وہ انکی خادمانہ حیثیت سے ہے جبکہ آپ ﷺ حصول علم میں جبرائیل علیہ السلام کے محتاج نہیں جسکی وضاحت اقسام وحی سے بھی بخوبی ہوتی ہے۔ نیز سورۂ تحریم کی آیت نمبر سے بھی کہ حضور ﷺ نے اپنی بعض ازواج کو ایک راز کی بات بتا کر اسے چھپائے رکھنے کی تلقین فرمائی پھر انہوں نے وہ بات اپنی بعض سوکنوں کو بتادی، حضور ﷺ نے انہیں بلا کر فرمایا کہ تم نے اسے کیوں افشاء کیا تو کہنے لگیں "**من انباك هٰذا**" آپ کو یہ کس نے بتایا ہے؟ "**قال نبأ نى العليم الخبير**" فرمایا مجھے علیم خبیر ذات (اللہ جل مجدہ) نے بتایا ہے۔ معلوم ہوا اللہ تعالیٰ حضور کو براہ راست بھی غیب بتاتا ہے۔ پس آپ، علم

میں جبرائیل علیہ لسلام کے محتاج نہیں۔

(۳) غور سے دیکھا جائے تو اس مقام پر جبرائیل علیہ السلام کا حوالہ دینا محض اس وجہ سے تھا کہ یہود کو ان سے چڑ تھی جبکہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہود ہی سے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری کی اسی روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ لسلام کا ذکر فرمایا تو عبداللہ بن سلام نے عرض کی "**ذاك عدو اليهود من الملٰئكة**" وہ تو ایسے فرشتہ ہیں جنہیں یہود اپنا دشمن سمجھتے ہیں آپ ﷺ نے اس جواب میں سورۃ بقرہ کی آیت " **قل من كان عدو لجبريل فانه نزله على قلبك باذن الله** " تلاوت فرمائی تھی۔ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۶۴۳) اور یہ بات خود معترض نے بھی نقل کی ہے ملاحظہ ہو اس کا کتابچہ صفحہ ۴۸)

(۴) اس سب سے قطع نظر کم از کم اس سے جبرائیل علیہ السلام کے لئے تو عطائی علم غیب ثابت ہوا کیونکہ جب انہوں نے بارگاہ رسالت میں اسکی خبر دی تو وہ علم کے بغیر ناممکن ہے پس اس سے معترض اینڈ کمپنی کا عطائی علم غیب للخلق کو شرک قرار دینے کا بے اصل، اصول تو ٹوٹ گیا کیونکہ جبرائیل علیہ السلام بھی تو مخلوق کا ایک فرد ہیں پس یہ معترض کے لئے "**فرمن المطر واستقر تحت الميزاب**" والی مثال ہوئی بارش سے بھاگا پرنالے کے نیچے آن رکا۔ یا۔ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔

اقرار حاضر و ناظر= معترض نے حضور ﷺ کے حوالہ سے یہ کہہ کر کہ "ابھی ابھی جبرائیل نے یہ باتیں مجھے بتلا دی ہیں" ڈنکے کی چوٹ پر یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ کسی فرد مخلوق کے حاضر ناظر ہونے کے لئے اسکا ہر ایک کو نظر آنا ضروری نہیں کیونکہ جبرائیل علیہ السلام اس وقت بارگاہ رسالت میں حاضر بھی تھے اور ناظر بھی تھے مگر وہ ہر ایک کو نظر نہیں آ رہے تھے بالخصوص حضور سید عالم ﷺ ہی انہیں ملاحظہ و مشاہدہ فرما رہے تھے۔ جس سے معترض نے اپنی کمپنی کے اس اعتراض کا خود ہی قلع قمع کر دیا ہے جو وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر کہتے ہیں کہ حضور حاضر ناظر ہیں تو ہمیں بھی دکھا دو۔ جس پر یہ صادق آتا ہے۔

آنکھ والا جب تیرے جوبن کا تماشا دیکھے ۔۔۔ دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

امید ہے اپنی اس تحریر کے بعد اس حوالہ سے آئندہ واویلا نہیں کریں گے۔

اقرار بے مثلیت= نیز اس سے معترض نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ حضور ﷺ جو دیکھتے ہیں وہ دوسروں کو میسر نہیں اس سے اس نے آپ کی شان بے مثلی کو بھی مان لیا ہے لہٰذا آئندہ اسکی رٹ لگانے کی اسے اجازت نہ ہو گی یا پھر اسکا تسلی بخش جواب دینا ہو گا۔

معترض بے ادبی کا خوگر= گذشتہ سطور میں تفصیل سے گزر چکا ہے کہ معترض سیئی الادب اور بے ادبی کا خوگر ہے۔ اسکی مزید وضاحت پیش نظر روایت کے بعض جملوں کے اردو ترجمہ سے بھی ہوتی ہے چنانچہ اس نے حضور سید عالم ﷺ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی شان میں روکھا سوکھا اور بے ادبی کا انداز

اختیار کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ''عبداللہ بن سلام۔۔۔۔اپنے باغ میں پھل چن رہا تھا'' (ملاحظہ ہو کتابچہ صفحہ ۴۷)۔ نیز ان کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے میں ''تجھ سے تین باتیں ایسی پوچھتا ہوں'' ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۴۷)

جس سے واضح ہوا کہ معترض حضور نبی اکرم ﷺ اور آپکے صحابہ کرام کا بے ادب ہے ہمارا اور انکا بنیادی اختلاف بھی یہی ان لوگوں کی بے ادبی ہے۔ پس قارئین کرام اسکے زبانی جمع خرچ والے عمل بالقرآن والحدیث کے دعویٰ سے دھوکہ مت کھائیں کیونکہ اللہ کے محبوبوں کی بے ادبی قرآن وحدیث دونوں کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے'' و لا یخفیٰ علٰی احد من اھل الادب''۔

وصف مشترک= معترض نے بخاری ج ۲ صفحہ ۶۴۳ سے نقل کردہ اسی روایت کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے کہ یہود جس کے قائل ہوتے تھے اسکی بڑی تعریفیں کرتے تھے۔ پھر اگر اسی سے وہ برگشتہ ہو جاتے تو انکے تعریفوں والے وہ پل مذمتوں کے سیلاب میں بدل جاتے تھے۔ (ملخصاً) ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۴۸، ۴۹)۔

قارئین کرام سے بنظر انصاف صرف اتنا غور کرنے کی گزارش ہے کہ وہ نظر دوڑائیں پھر فیصلہ کریں کہ وہ کون ہیں جو اس وصف میں ان سے مشترک ہیں۔ وہ کون ہیں جنہیں سعودیہ سے ریالات مل جائیں تو انکی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اور جب اختلاف پڑ جائے تو انکے حق میں ''بڑے حرامی'' کے الفاظ تک کی وال چاکنگ کی جاتی ہے۔ (فا فھم و لاتکن من الغٰفلین)۔

عرض بیت المقدس کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع

اس سلسلہ میں حدیث نمبر 10 کے زیر عنوان معترض نے ایک مغالطہ یہ دیا ہے کہ معراج شریف سے واپسی پر جب کفار قریش نے آپ ﷺ سے بیت المقدس کے بارے میں سوالات کئے تو آپ ان کے جواب فوراً نہ دے سکے تھے (ملخصاً) ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۱)

مزید لکھا ہے "اگر غیب کا علم رکھتے ہوتے تو فوراً ان کے سوالات کے جوابات اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے بغیر ہی دے دیتے" ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۱)۔

اقول= یہ بھی ہمیں کچھ مضر نہیں اور نہ معترض کو کچھ مفید اور اسکی کچھ دلیل ہے بلکہ یہ خود اسکے کئی وجوہ سے برخلاف ہے جسکا وہ جوابدہ اور ہمارا سخت مقروض ہے۔ اور اسمیں بھی بعض جوابات وہی ہیں جو گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں کہ

اولاً= اس پر غیب کی تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ وہ خود امام بیضاوی کے حوالہ سے لکھ چکا ہے کہ غیب وہ ہوتا ہے جو عقل اور حواس کی رسائی سے بالاتر ہو (کما مر مراراً) جبکہ بیت المقدس ان امور سے قطعاً نہیں کہ اسے تو خود ان معترض کفار نے بھی دیکھا ہوا تھا جو معترض کے طور پر عالم الغیب قرار پاتے ہیں۔

ثانیاً= یہ بھی معترض خود لکھ چکا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ وحی کے بغیر نہ بولتے تھے۔ (وھذا ایضاً مر عنہ مراراً) تو یہ سوال اب خود معترض پر پلٹ گیا کہ آپ ﷺ کو اسکے بقول جب ان سوالات کے جوابات ہی معاذ اللہ نہ آتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے

آپ کو اس کے لئے کھڑے ہونے کی وحی کیوں فرمائی تھی؟

ثالثاً= معترض نے لکھا ہے کہ اسکی پیش کردہ یہ روایت حضرت جابر اور حضرت ابوھریرہ دونوں سے مروی ہے۔ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۰)۔ جسکا واضح مطلب یہ ہو رہا ہے کہ اسکا نقل کردہ یہ مضمون دونوں سے منقول ہے جو کہ اسکا جھوٹ ہے کیونکہ حضرت جابر کی روایت میں صرف ''امر بیت المقدس'' کا بیان ہے جبکہ حضرت ابوھریرہ کی روایت اس سے کئی گنا طویل ہے جس میں دیگر واقعات کی تفصیل بھی ہے جبکہ بیت المقدس کے بارے میں دونوں کا مضمون ایک دوسرے سے یکسر مختلف بھی ہے چنانچہ روایت جابر میں اس طرح ہے۔ '' ان رسول اللّٰہ ﷺ قال لما کذبتنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللّٰہ لی بیت المقدس فطفقت اخبر ھم عن أیاته و انا انظر الیه''

یعنی رسول للہ ﷺ نے فرمایا معراج سے واپسی پر جب قریش نے میری تکذیب کی میں حطیم کعبہ میں کھڑا تھا پس اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بیت المقدس کو ظاہر فرما دیا پس میں نے اسے دیکھ کر انکے سوالات کے مطابق اسکی علامات بیان کیں۔ ملاحظہ ہو (مسلم ج ۱ صفحہ ۹۶)

یہ حدیث صحیح بخاری ج ۲، صفحہ ۶۸۴ نیز مسند احمد میں بھی ہے۔ اسمیں یہ ہرگز نہیں ہے کہ میں بیان نہ کر سکا مجھے بڑا رنج ہوا ایسا رنج کبھی نہیں ہوا تھا جیسا کہ معترض نے دھوکہ دینے کی مذموم کوشش کی ہے۔ بلکہ روایت ابوھریرہ میں بھی یہ قطعاً نہیں ہے کہ ''میں بیان نہ

کر سکا'' جو اس نے رسول اللہ ﷺ پر سخت جھوٹ بولا ہے۔ ذرہ بھر بھی سچا ہے تو اسے ثابت کر کے دکھائے۔ اگر اس نے یہ ترجمہ اسکے الفاظ ''لم اثبتها'' کا کیا ہے تو یہ اسکی شدید جہالت ہے ورنہ بتائے کہ دنیا کی کس لغت میں ''اثبات'' کا ترجمہ بیان کرنا لکھا ہے جس سے انشاءاللہ روایت کے اگلے الفاظ ''فکربت کربا ماکربت مثله قط '' کا مفہوم بھی خود بخود واضح ہو کر اسکا یہ کرب والم بھی دور ہو جائے گا اور اسکی ساری تلبیس اور ہیرا پھیری خود بخود کھل جائے گی۔

رابعاً= معترض نے یہ تسلیم کیا ہے کہ سوال جواب کا یہ سلسلہ حضور انور ﷺ کی معراج سے واپسی پر ہوا تھا ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۰) پس لاعلمی کیونکر ممکن ہے کہ آپ ﷺ تو بیت المقدس کو دیکھ کر آئے تھے اور اسے زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا تھا بلکہ تازہ تازہ معاملہ تھا پھر اسے آپنے سرراہ بھی نہیں دیکھا تھا بلکہ آپ نے وہاں قیام فرمایا تھا اور آپ پوری تسلی سے وہاں براق پر تشریف لے گئے تھے جبریل علیہ السلام نے براق کو وہاں باندھا، آپ اندر تشریف لے گئے، دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرمائی، انبیاء علیہم السلام کی امامت فرما کر انہیں نماز پڑھائی، بعد میں بعض انبیاء کرام علیہم السلام نے خطبے دیے، آخر میں آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا نیز عالم یقظہ ہی میں آپ نے وہاں دودھ بھی نوش فرمایا (کمافی احادیث صحیحة کثیره عندالشیخین وغیرهما من المحدثین)

خامساً= اس سب سے قطع نظر جب معترض کو یہ بھی تسلیم ہے کہ، اللہ تعالیٰ نے

بیت المقدس کو اٹھا کر آپکے سامنے کھڑا کر دیا آپ نے اسے دیکھ دیکھ کر سوالات کفار کے جوابات عطا فرمائے ملخصاً ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۱) تو یہ حضور سید عالم ﷺ کے خداداد علم شریف کی روشن دلیل ہوئی اور معترض کا اسے لاعلمی کی دلیل کہنا اسکی کج فہمی اور ہٹ دھرمی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے مطلع فرما دیا جبکہ ہم بھی محض تعلیم الٰہی سے عطائی علم کے قائل ہیں۔ بلکہ غور سے دیکھا جائے تو ذاتی عطائی کی تقسیم بھی اس سے ثابت ہوتی ہے یعنی معترض کے بقول جواب میں رک جانا ذاتی کی نفی اور پھر اللہ تعالیٰ کا سب کچھ سامنے کر دینا عطائی کے ثبوت کی دلیل ہے۔اس سے معترض کی اس یاوہ گوئی کا جواب بھی آ گیا کہ "اگر غیب کا علم رکھتے ہوتے تو فوراً ان سوالات کے جوابات اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے بغیر ہی دے دیتے"۔ کیونکہ یہ تلقین تو اسوقت کی جائے اور اس اگر مگر کی حاجت تو تب ہو کہ جب ہم ذاتی کے قائل ہوں کہ وحی اور تعلیم الٰہی کے بغیر جو علم ہوگا وہ ذاتی ہی ہوگا باقی وحی سے حاصل شدہ علم کو علم غیب نہیں کہہ سکتے تو اس دعویٰ کی دلیل میں کونسی آیت یا کونسی حدیث ہے؟

نیز علم کے ثابت ہونے کے باوجود معترض کا یہ کہنا بھی کہ "پیارے پیغمبر ﷺ اپنے بارے میں عالم الغیب ہونے کی نفی فرما رہے ہیں" (ملاحظہ ہو کتابچہ صفحہ ۵۱) معترض کی کور چشمی اور اسکا ایسا جھوٹ ہے جس پر جتنی لعنت بھیجی جائے کم ہے کیونکہ آپ تو نفی کی بجائے اثبات فرما رہے ہیں۔

سادساً = معترض نے تسلیم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر حضور

کے سامنے کھڑا کر دیا جسے دیکھ کر آپ نے کفار کے سوالوں کے جوابات دیئے (ملخصاً)

پس معترض سے ہمارا سوال یہ ہے کہ بیت المقدس اسوقت اپنی جگہ پر بھی تھا۔ نہیں؟ نہیں تھا تو اسکی دلیل کیا ہے؟ تھا تو ایک ہی چیز بیک وقت دو مقامات پر کیسے موجود ہو گئی؟ نیز زمین کو سمیٹا گیا تھا یا اسکی عمارت کو اٹھا لایا گیا تھا؟۔ یا اسطرح ہوا کہ پردے اٹھا دیئے گئے تھے اور آپ ﷺ حطیم کعبہ میں جلوہ فرما ہو کر ارض شام کی اس عمارت کو بچشم سر ملاحظہ فرما رہے تھے؟ سوچ سمجھ کر جواب دیں کیونکہ بہت پر خطر وادی ہے جس میں کئی غیر مقلدیات کی موتیں ہوتی ہیں اور کئی ہو بھی چکیں جنکا تمہیں شعور تک نہ ہو پایا اور وہ کہیں حاضر و ناظر کا مسئلہ ہی نہ ہو۔ جسکے متعلق تمہارے اشتہار کے مطابق تمہارا رسالہ نمبر ۳ حاضر و ناظر کون؟ ہے ملاحظہ ہو (اپنا کتابچہ صفحہ ۶۴)۔

علاوہ ازیں یہ ہم معترض سے کسی اور ٹائم پوچھیں گے کہ اسکی اس نقل کردہ روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے نیز اسی طرح حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو بھی اس حالت میں آپ نے ملاحظہ فرمایا بلکہ اسمیں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس گروہ کو نماز بھی پڑھائی ملاحظہ ہو (صحیح مسلم ج ا صفحہ ۹۶)

پس اس نے اسے کیوں نقل نہ کیا اسے شیر مادر کی طرح ہضم کر لینے میں کیا حکمت تھی، کہیں اس سے مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام بعد الوفات تو واضح نہیں ہو رہا تھا؟ جو معترض کیلئے موت سے کم نہیں۔

کچھ تو ہے آخر جس کی پردہ داری ہے؟

ولنعم ماقیل "میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو"۔ لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم (لہٗ بفضلہ تعالیٰ جوابات اخر لھامقام آخر)

سابعاً (ایک اور ضرب)= اگر حضور سید عالم ﷺ رک گئے تھے تو پھر تو کفار فاتح اور سرکار معاذ اللہ شکست خوردہ ہوئے جو آیت قرآنی "کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی" کے قطعاً خلاف ہے پس معترض کے پاس اسکا کیا جواب ہے؟

نیز معترض نے بار بار جسکے لے کر حضور ﷺ سے علم کی نفی کو بیان کرنے سے واضح ہو رہا ہے کہ اسے اس پر بڑی خوشی ہے کہ اسکے بقول سرکار ﷺ معاذ اللہ لاجواب ہو گئے تھے جو اسکی نبی دشمنی اور کفار پسندی کی دلیل ہے لیکن وہ ہے کیا یا ایسا کرنے سے وہ بن کیا چیز گیا ہے؟ اسکا ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا۔ وہ خود ہی وضاحت کر دے کہ وہ اہل سبت سے ہے یا اہل سے؟ تو بہتر ہوگا کیونکہ

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

تعجب بالائے تعجب= پھر اسکے باوجود وہ کوستا بھی ہمیں ہے اور ہمارے ہی بارے میں لکھتا ہے "اللہ تعالیٰ" دین فروش دوکانداروں سے نجات عطا فرمائے آمین ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۱، ۵۲) شرم اسکو مگر نہیں آتی۔

حضرت ابن عباس کی نیند کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع

معترض نے اس سلسلہ میں ایک مغالطہ یہ دیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر انکی باری کے دن حضور ﷺ کی نماز تہجد کی کیفیت دیکھنے کے لئے سو گئے آپ ﷺ رات کو اٹھے بعد از وضو نماز شروع فرمائی آگے معترض کے لفظوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ''میں بھی اٹھا اور انگڑائی لی کہ کہیں حضرت محمد ﷺ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ہمارا حال دیکھنے کے لیے ہوشیار ہے۔ الخ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۲)۔

پھر حسب عادت اس سے بزور خود ساختہ مفہوم اخذ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ''صحابہ کرام کا بھی عقیدہ یہی تھا کہ نبی اکرم ﷺ کو علم غیب نہیں تھا حضرت عبداللہ بن عباس نے انگڑائی اس لیے لی کہ نبی پاک ﷺ یہ ہی سمجھیں کہ ابن عباس سویا ہوا تھا وہ ہمارے حال سے آگاہ نہ تھے''۔ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۳)۔

اقول = یہ بھی معترض کی کسی طرح دلیل نہیں معترض جہل مرکب کا شکار ہے اور سخت ملبّس بھی۔ کس قدر ڈھٹائی ہے کہ اسکا دعویٰ تو ہے عدم علم غیب کا اور دلیل بناتا ہے منہ سامنے کے واقعہ کو۔ پھر اس میں یہ کہاں ہے کہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں کچھ علم نہیں کہ وہ ایسا کیوں کر رہے تھے پس یہ اسکی ایک ایسی خود ساختہ تاویل اور ایسی بات ہے جو سرکار ﷺ نے نہیں فرمائی لہٰذا یہ اسکا آپ پر جھوٹ ہوا جسکا حکم وہی ہے جو قرآن میں بیان ہوا اور سزا جہنم ہے جیسا کہ ایسے جھوٹے کے بارے

میں حدیث متواتر میں وارد ہے جو گزشتہ صفحات میں کئی بار گزر چکی ہے۔ پھر اسمیں یہ بھی نہیں کہ آپ انکے حال کی جانب متوجہ بھی تھے جبکہ عدم توجہ عدم علم کی دلیل نہیں (کمامرّ)

پھر پروپیگنڈہ یہ ہے کہ ''اہلحدیث کا ایک ہی اصول، اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول'' جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی کی فہم کے پابند نہیں ہیں حتی کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم کو بھی وہ اس مد میں رکھتے ہیں اور انکے کئی بڑے تصریحاً لکھ چکے ہیں کہ آثار صحابہ حجت نہیں (الروضته الندیه عرف الجادی وغیر هما) مگر وہ اصول یہاں یکسر بھول گیا۔ لمبی چھلانگ کا عالم یہ کہ روایت ایک صحابی کی پیش کی اور تبصرہ میں لکھا ''صحابہ کرام کا بھی عقیدہ یہی تھا'' (کمامرّ) جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر بھی اسکا یہ شدید افتراء اور سخت بہتان ہے انہوں نے بھی یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ کو معاذ اللہ اسکا علم نہیں تھا خصوصاً بعد از توجہ۔ اس لئے معترض نے اپنی یہ خودساختہ تاویل بریکٹ میں لکھی ہے جو اسکے بناوٹی ہونے کی دلیل ہے۔ اور حضرت موصوف سے یہ کہنا سمجھنا ممکن بھی کیسے ہے جبکہ وہ اپنے اوپر فیضان نبوت کے ایک شمہّ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''لو ضل عقال بعیر لوجدته فی کتاب الله'' یعنی اگر اونٹ کے پاؤں کی رسی گم ہو جائے تو میں اسے قرآن مجید میں ڈھونڈ لوں گا (نقله الامام السیوطی فی الاتقان استناداً وغیره فی غیره) بلکہ خود زیر بحث روایت کے مبحث فیہ حصہ میں وہ حضور سیّد عالم ﷺ کی یہ بہت بڑی فضیلت بیان کر رہے ہیں کہ آپ علیہ السلام جس طرح سورج چاند اور چراغ کی روشنی میں دیکھتے تھے اسی طرح رات کی تاریکی میں بھی دیکھتے تھے جسکی

دلیل اس حصہ کے یہ لفظ ہیں ''کراھیۃ ان یری'' ملاحظہ ہو (صحیح مسلم ج ا صفحہ ۲۶۰) جسکا معنےٰ معترض گول کر گیا ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ رات کا ہے جیسا کہ اسمیں نماز تہجد کا ذکر اسکا بہت بڑا قرینہ ہے جبکہ اس وقت چراغ کا ہونا بھی ثابت نہیں جو کم از کم اس حدیث میں مذکور نہیں۔

خیانت اور ھیرا پھیری= معترض نے یہ حدیث پوری نقل نہیں کی بلکہ بیشتر حصہ عمداً چھوڑ دیا ہے اور یہ خیانت اور ہیرا پھیری اس نے اس لئے کی ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے بعض ایسے فضائل مذکور ہیں جو معترض کے دھرم کے لئے پیام موت ہیں جس سے کئی باتیں واضح ہوئیں مثلاً خصوصاً اسکے اہلحدیث ہونے کی وجہ تسمیہ کہ اہلحدیث اسے کہا جاتا ہے جو صرف اپنی خواہش نفس پر پوری اترنے والی احادیث کو مانتا ہو بالفاظ دیگر خواہش نفس کا پیروکار۔ نیز اسکا فضائل نبی ﷺ کا منکر ہونا۔ نیز عقائد ونظریات میں اسکا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف ہونا (وغیرذٰلک)۔

چنانچہ اسی روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لفظ یہ بھی ہیں ''فقام فصلّی ولم تیوضا'' یعنی نبی کریم ﷺ تہجد پڑھنے کے بعد آرام فرما ہوئے پھر پختہ نیند فرمالینے کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے وضو کیے بغیر نماز پڑھی۔ ملاحظہ ہو (صحیح مسلم ج ا صفحہ ۲۶۰)۔

اسی میں صفحہ ۲۶۱ پر ہے۔ ''فصلّی الصبح ولم یتوضاء قال سفیان وھذا للنبی ﷺ خاصۃ لانہ بلغنا ان النبی ﷺ تنام عیناہ ولاینام

غلبہ ''یعنی آپ ﷺ نے وضو کیے بغیر صبح کی نماز پڑھی۔ امام سفیان نے فرمایا یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے کیونکہ یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں مگر آپ کا دل نہیں سوتا تھا۔ حدیث کا یہ حصہ حضور ﷺ کی بے مثلیت کی دلیل ہے جو معترض کے دھرم کے خلاف تھا اس لئے وہ اسے صاف اڑا گیا۔

علاوہ ازیں اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے تہجد کے وقت ایک طویل دعا فرمائی تھی جس میں آپ نے سر اقدس کی چوٹی مبارک سے لیکر قدمین شریفین کے مبارک ناخنوں تک ایک ایک جزو بدن کے نور بنانے کی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی یہاں تک کہ یہ لفظ بھی ارشاد فرمائے۔ ''واجعلنی نوراً'' الٰہی مجھے سراپا نور بنادے (ملخصاً) ملاحظہ ہو (صحیح مسلم ج ا صفحہ ۲۶۰۔۲۶۱ طبع کراچی)۔

حدیث کا یہ حصہ حضور اقدس ﷺ کے حسی و معنوی دونوں طرح سے سراپا نور ہونے کی دلیل تھا جو معترض کے نظریہ باطلہ پر ایک اور ضرب کاری تھا اس لئے وہ اسے بھی گول کر گیا۔ (وله ایضاً اجوبة اخر لها موضع اٰخر)۔

واقعہ نماز خوف کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع =

اس حوالہ سے معترض نے صحیح مسلم کی ایک روایت کے ذریعہ ایک مغالطہ یہ دیا ہے کہ حضرت جابر کا بیان ہے کہ وہ ایک جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کفار نے پروگرام بنایا کہ جب یہ لوگ نماز عصر میں مصروف ہونگے وہ انہیں ختم کر دیں گے جبرائیل علیہ السلام نے آکر حضور ﷺ کو اس منصوبہ کی خبر دی تب آپ نے پہرے کا انتظام فرمایا پھر ہم نے نماز خوف کے طریقہ کے مطابق نماز ادا کی" (اسکے بعد تبصرہ میں لکھا ہے) "اگر علم غیب ہوتا ہے تو آپ ﷺ کو جبرائیل کے خبر دینے کی کیا ضرورت تھی الخ۔ ملاحظہ ہو (کتابچہ معترض صفحہ ۵۴-۵۵)۔

اقول = روایت ہٰذا بھی معترض کی دلیل نہیں کیونکہ اسکا مرکزی راوی ابوالزبیر ہے جسے خود غیر مقلدین مدلس قرار دیکر اسکی معنعن روایات کو ضعیف قرار دے چکے ہیں جبکہ یہ روایت بھی بالعنعنہ ہے چنانچہ اسی صحیح مسلم میں اسکی سند میں لکھا ہے "ابو الزبیر عن جابر" ملاحظہ ہو (صفحہ ۲۷۹)

پس یہ روایت مدلس ہوئی جو از اقسام ضعیف ہے۔ غیر مقلدین کی شائع کردہ کتاب تقریب التہذیب میں ابوالزبیر کے ترجمہ میں لکھا ہے "صدوق الا انــــــه یدلس" صدوق تو ہے مگر اس میں مدلس ہونے کی خرابی ہے۔

نیز غیر مقلدین کے مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل کی شائع کردہ کتاب میزان الاعتدال جلد چہارم میں اسکے حالات میں لکھا ہے۔ "واما ابو محمد بن حزم فانه یرد من

حدیثہ مایقول فیہ عن جابر و نحوہ لانہ عند ھم ممن یدلس ''یعنی مشہور ظاہری المذہب ابن حزم کے نزدیک اسکی وہ جملہ روایات جن میں عن جابر وغیرہ ہو مردود ہیں کیونکہ وہ اسکے نزدیک ان راویوں میں سے ہے جو تدلیس کے مرتکب ہیں۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۳۷)۔

آگے چل کر علامہ ذہبی کا قول ہے'' وفی صحیح مسلم عدۃ احادیث مما لم یوضح فیھا ابو الزبیر السماع عن جابر ...ففی القلب منھا شئی ''یعنی صحیح مسلم میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جن میں حضرت جابر سے ابوالزبیر کا سماع مصرح نہیں ہے۔ان کے بارے میں دل مطمئن نہیں ہے۔(یعنی وہ سب مخدوش ہیں)اھ ملاحظہ ہو (صفحہ ۳۹)۔

علاوہ ازیں اسی صحیح مسلم میں اس روایت سے قبل حضرت جابر سے یہی واقعہ ابوالزبیر کی بجائے عطاء کے ذریعے منقول ومرقوم ہے اسمیں نماز خوف کے پڑھنے کا ذکر تو ہے مگر معترض کے محل استدلال جملہ (فاخبر جبرائیل رسول للہ ﷺ ذلک) کا کوئی نام ونشان تک نہیں ہے۔ملاحظہ ہو (صحیح مسلم ج ا صفحہ ۲۷۸) نیز ملاحظہ ہو نسائی ج ا صفحہ ۲۳۰ طبع کراچی۔

نیز حضرت جابر سے یہ واقعہ یزید الفقیر اور امام حسن کے طریق سے بھی مروی ہے ان میں بھی اسکا کوئی نام ونشان نہیں کہ جبرائیل نے آکر آپ ﷺ کو اس سے آگاہ کیا۔ ملاحظہ ہو سنن نسائی (المجتبیٰ) ج ا صفحہ ۲۳۰۔۲۳۱ طبع کراچی)

بلکہ خود ابوالزبیر سے مروی اسکے بعض طرق میں بھی اسکا کوئی نشان پتہ نہیں ملتا ملاحظہ ہو (سنن نسائی (المجتبیٰ) ج ۱ صفحہ ۲۳۰

علاوہ ازیں یہ واقعہ دیگر صحابہ کرام مثلاً حضرت ابو ہریرہ، ابو عیاش الزرقی اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے مگران میں سے کسی سے بھی یہ (مبحث فیہ) جملہ منقول نہیں۔

ملاحظہ ہو۔ مسند احمد، مسند ابی عیاش وابی ہریرہ رضی اللہ عنہما، جامع الترمذی ج ۲ صفحہ ۱۲۸ طبع دہلی، سنن ابی داؤد ج ۱ صفحہ ۱۷۵۔۱۷۶ طبع کراچی سنن نسائی ج ۱ صفحہ ۲۲۹۔۲۳۰۔۲۳۱۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۵۔البدایہ والنہایہ ج ۳ صفحہ ۲۲۶ تا ۲۲۹ طبع بیروت)۔

تحقیق = تحقیق یہ ہے کہ معترض کی پیش کردہ زیر بحث روایت میں جس نماز خوف کا بیان ہے وہ اسکا پہلا واقعہ ہے اس سے قبل نماز خوف کا وجود نہیں تھا پس یہ نہیں کہ حضور ﷺ کو معاذ اللہ کفار کے اس منصوبہ کی خبر نہیں تھی اور جبرئیل علیہ السلام اسکی خبر دینے آئے کیونکہ اسکا واضح خطرہ موجود تھا کہ ہوسکتا ہے وہ نماز کی حالت میں دھاوا بول دیں خود حضور آپکے اصحاب کرام پر بھی یہ خوب عیاں تھا جیسا کہ اسکے ان الفاظ سے بھی ظاہر ہے "فقاتلو اقتالا شدیدا" یعنی ہماری ان سے سخت گھمسان کی جنگ ہوئی۔

ملاحظہ ہو (صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۲۷۹) بلکہ جبریل علیہ السلام اللہ کی طرف سے نماز خوف کا مسئلہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کے پیش نظر آپ ﷺ نے بالتفصیل مذکور فی الاحادیث پہلی مرتبہ نماز خوف پڑھائی جیسا کہ واقعہ ہذا کی بعض

روایت میں مصرّح ہے کہ نماز خوف کے حکم والی آیت سورہ نساء اسی موقع پر نازل ہوئی (رواہ الامام احمد فی مسندہ عن ابی عیاش الزرقی)۔ ملاحظہ ہو (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۳ صفحہ ۲۲۶ طبع بیروت) نیز ابو داؤد ج ۱ صفحہ ۱۷۴، نسائی ج ۱ صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱۔

نیز ترمذی اور نسائی اور ابوداؤد میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے اسطرح مروی ہے کہ مشرکین نے جب حالت نماز میں دھاوا بولنے کا پروگرام بنایا اس موقع پر جبریل علیہ السلام نماز خوف کا حکم لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ملاحظہ ہو ترمذی ج ۲ صفحہ ۱۲۸ نسائی ج ۱ صفحہ ۲۲۹، ۲۳۰ نیز ابوداؤد ج ۱ صفحہ ۱۷۴، ۱۷۵ نیز مسند احمد مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۵)

نوٹ= واضح رہے کہ امام ترمذی روایت ہٰذا کو سورۂ نساء کی نماز خوف کے مضمون والی آیت کے موقع پر لائے ہیں (فافہم)

ازالئہ وھم = البدایہ والنہایہ ج ۳ صفحہ ۲۸۸ طبع بیروت میں ہے۔ (وفی سیاق حدیث ابی عیاش الزرقی مایقتضی ان اٰیة صلوٰة الخوف نزلت فی هذا الغزوة یوم عسفان فاقتضی ذٰلك انها اول صلوٰة خوف صلاها)۔ نیز اسی میں صفحہ ۲۲۷ پر ہے ("ولم یذکر فی سیاق حدیث جابر عند مسلم ولا عند ابی دائود الطیالسی امر عسفان ولا خالد بن الولید لکن الظاهر انها واحدة" ا ھ فافهم واحفظه فا نه ینفعك)

براہ راست علم= اس سے قطع نظر خود روایت ہٰذا میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس امر کی دلیل بن سکے کہ آپ ﷺ کو جبریل علیہ السلام کے بتانے سے پہلے معاذ اللہ علم نہیں تھا جبکہ کسی کو خبر دینا بھی متعلقہ امر میں لاعلم ہونے کو مستلزم نہیں اور نہ ہی آپ ﷺ علم میں جبریل علیہ السلام کے کچھ محتاج ہیں جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بالتفصیل گزر چکا ہے۔ بلکہ خود واقعہ ہٰذا کی بعض روایات میں مصرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس منصوبہ سے حضور اقدس ﷺ کو خود براہ راست مطلع فرمایا تھا۔ چنانچہ معترض کے امام کبیر ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی زبانی اسکی تفصیل یوں نقل کی ہے۔ جو اس وقت مسلمان نہیں تھے ''لما خرج رسول اللہ ﷺ الی الحدیبیة لقیتہ بعسفان فوقفت بازائه وتعرضت له فصلی باصحبه الظهر امامنا فهممنا ان نغیر علیه ثم لم یعزم لنا فاطلعه اللّٰه علی ما فی انفسنا من الهمّ به فصلیّ باصحبه صلوۃ العصر صلو ۃ الخوف''۔

یعنی رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کو تشریف لے گئے۔ میرا آپ سے عسفان نامی مقام پر سامنا ہو گیا پس میں نے آپ (کے لشکر) کے مقابل ہو کر آپ سے تعرض کیا۔ آپ ﷺ نے ہمارے سامنے اپنے اصحاب کرام کو نماز ظہر پڑھائی۔ پس ہم نے پروگرام بنایا کہ (نماز عصر کے وقت) ہم آپ پر دھاوا بول دیں گے لیکن ہمیں اسمیں کامیابی نہ ہو سکی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمارے دلی منصوبہ سے مطلع فرما دیا پس آپنے نماز عصر اپنے صحابہ کرام کو نماز خوف کے طریقہ سے پڑھائی اھ ملاحظہ ہو (ج ۴ صفحہ ۲۲۷ طبع بیروت)۔۔

ہماری اس تفصیل سے اس بارے میں مؤلف کی تمام ہیرا پھیریاں طشت از بام ہوگئیں مگر اسکے باوجود اپنا جرم وہ ہمیں پر ڈالتے ہوئے ہمیں ہی کوستا اور لکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دین فروشوں اور ایمان کے ڈاکوؤں سے تمام کے مال و جان کو محفوظ فرمائے۔ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۵)

سچ ہے ''چور مچائے شور'' اور ''چور کرے چور چور''

شھد چھوڑنے کے واقعہ سے مغالطہ کا قلع قمع=

معترض نے اس سلسلہ میں ایک مغالطہ رسول اللہ ﷺ کے شہد چھوڑنے کے واقعہ سے دیتے ہوئے یہ دریدہ دہنی کی ہے کہ ''امہات المومنین نے اپنے پروگرام کے تحت بات کی مگر نبی اکرم ﷺ کو ان کے اس پروگرام کا علم نہ ہو سکا۔ اب جس کو اپنے بارے پروگرام کے متعلق علم نہیں ہوا اس کو عالم الغیب کہنا کہاں کا انصاف بلکہ توہین کے مترادف ہے اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو قطعی آپ قسم نہ کھاتے'' (ملخصاً بلفظہ) (ملاحظہ ہو کتابچہ معترض صفحہ ۵۶۔۵۷)

اقول= یہ اعتراض بھی معترض کی کم علمی کج فہمی بے راہ روی کا ثمرہ، اسکی جہالت وحماقت کا نتیجہ اور ذاتی تراش خراش ہے جو حضور سید عالم ﷺ پر اسکا سخت جھوٹ ہے ورنہ اس حدیث میں کوئی ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو حضور کی فضیلت علمی کے خلاف معترض کے اس بے بنیاد اور باطل دعویٰ کی دلیل بننے کا صالح ہو۔ معترض نے یہ حدیث مترجم صورت میں نقل کی ہے جسکا ایک ایک جملہ اسکے اس گستاخانہ تبصرہ کی ایک ایک شق کا شافی جواب اور اسکی جہالت وحماقت کو کھول کھول کر بیان کررہا ہے۔ مثلاً اسکا اعتراض ہے کہ ''امہات المومنین کے مغافیر بوٹی کے بارہ میں آپ ﷺ سے بات کی مگر آپ نے شہد کھایا تھا'' ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۷) جسکا جواب خود اسی حدیث میں موجود ہے کہ جب انہوں نے آپ سے مغافیر بوٹی والی بات کی تو آپ نے انہیں جواباً ارشاد فرمایا تھا ''لا و لکنی کنت اشرب عسلا عند زینب ابنة جحش '' جسکا ترجمہ خود معترض کی

زبانی سنئے لکھتا ہے۔ ''آپ ﷺ نے فرمایا= نہیں میں نے مغافیر نہیں کھایا بلکہ زینب سے تو میں نے شہد پیا ہے'' ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۶)

جو اپنے اس مفہوم میں واضح ہے کہ آپنے مغافیر استعمال کرنے کے امر واقعی ہونے کی نفی فرمائی جسے یہ شوخ چشم خود تسلیم کر لینے کے باوجود یہ تاثر دینے کی مذموم کوشش کر رہا ہے کہ آپ کو مغافیر کے استعمال کا شبہ ہو گیا تھا (معاذ اللہ) جبکہ آپ '' لا '' فرما کر اسکی تردید فرما رہے ہیں جسکے بعد یہ امر یقینی بن جاتا ہے کہ وہ اپنے اس اقدام میں واقعتہً یقینی طور پر جھوٹا اور حضور والا ﷺ پر جھوٹ بولنے والا ہی نہیں صحیح بخاری کی اس حدیث کا منکر بھی ہے۔

اسی طرح اس کا اعتراض ہے کہ معاذ اللہ آپ کو اپنے بارے اس پروگرام کا علم نہ ہوسکا'' (صفحہ ۵۸)

اس کا جواب بھی اسی حدیث میں موجود ہے آپنے اپنے مذکورہ سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا تھا۔'' فلن اعود له وقد حلفت لا تخبری بذٰلك احدا '' اسکا ترجمہ بھی معترض نے خود کر دیا ہے لکھتا ہے۔ اور آج سے میں نے قسم کھالی ہے کہ اب شہد نہیں پیوں گا لیکن اسکی خبر کسی کو نہ کرنا'' (صفحہ ۵۶)

جو اپنے اس مفہوم میں واضح ہے کہ آپنے آئندہ شہد نہ کھانے کی قسم محض اپنی ان ازواج مطہرات کی دلجوئی فرمانے اور انہیں خوش کرنے کے لئے اٹھائی تھی جسکی واضح دلیل حدیث ہٰذا کا آخری حصہ بھی ہے کہ ''لا تخبری بذٰلك احدا '' اسکی خبر کسی کو نہ کرنا

مطلب یہ کہ یہ بات زینب تک نہ پہنچے ورنہ اسکی دل شکنی ہوگی جو ہمیں منظور نہیں۔ اور یہ بات خود آیت قرآنی میں بھی صراحت کے ساتھ مذکور ہے چنانچہ ارشاد باری ہے "یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللّٰہ لک تبتغی مرضات ازواجک "یعنی اے غیب کی خبریں دینے والے (محبوب)! تم اس چیز کے چھوڑ دینے کی قسم اٹھا کر جسے اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے' کیوں خود کو مشقت میں ڈالتے ہو تم اپنی ازواج کو خوش رکھنا چاہتے ہو (پ ۲۸ التحریم آیت نمبر ۱)

غور فرمائیں شہد کو چھوڑنے کی وجہ "اس پروگرام" سے لاعلم ہونا نہ تو اللہ بیان فرماتا ہے نہ اسکے محبوب ﷺ مگر جہودی منش معترض قرآن وحدیث پر عمل کے پروپیگنڈہ کے باوجود دونوں کے برعکس نظریہ قائم کر کے لوگوں کو اسکے ماننے پر مجبور کر رہا ہے جو اسکے سخت تمرد وعناد پر دال ہے۔ ولنعم ما قالہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

خوف خدا نہ شرم نبی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اصول سے انحراف اور سخت گستاخی=

معترض نے اس مقام پر رسول اللہ ﷺ سے لاعلمی کو منسوب کر کے نہ صرف اپنے مسلّم اصول سے انحراف کیا بلکہ آپ ﷺ کی سخت گستاخی بھی کی ہے چنانچہ وہ اپنے اسی کتابچہ کے (صفحہ نمبر ۲۶) میں امام بیضاوی کے حوالہ سے لکھ چکا ہے کہ "غیب وہ چیز ہے جو عقل وحواس خمسہ سے بالاتر ہو"۔ جسکی رو سے پیش نظر واقعہ کا غیب سے کوئی تعلق ہی نہیں

بنتا کیونکہ شہد میں مغافیر بوٹی کے اثر کے ہونے نہ ہونے کا تعلق احد الحواس الخمسہ (قوت ذائقہ) سے ہے جبکہ آپ ﷺ ہی شہد کو نوش فرما چکے تھے پس اسکا مغافیر کے ہونے نہ ہونے کے حوالہ سے معاذ اللہ آپ ﷺ کو لاعلم کہنا آپ کو "نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ" واضح طور پر غیر سلیم الحواس کہنے سخت گستاخی اور شدید بے ادبی اور نہایت درجہ توہین کے مترادف ہے جو واقعی اس کا حصہ ہے جس کے بعد اسے سمجھ لینا چاہئے کہ خصوصاً اس مقام پر حضور والا ﷺ کے علم شریف کا قائل ہونا" آپکی شان میں توہین کے مترادف نہیں"(کما تفوہ هوبه) بلکہ آپکے علم پاک سے انکار آپکی شان میں توہین اور گستاخی ہے۔یا علی مدد۔

معترض کی بارگاہ امہات المومنین میں گستاخی=

حضور سید عالم ﷺ کی محبت ایمان اور آپ کی زیارت مسلمان کے لیے بہت بڑی سعادت اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑھ کر عبادت ہے لہٰذا امہات المومنین کا یہ پروگرام بھی اسی نعمت کے حاصل کرنے کی غرض سے ہونے کی بناء پر ہونے کے باعث ان کے لیے اجر عظیم کا سبب تھا اور حسب تصریح ائمہ و شراح حدیث انکا یہ جملہ "اکلت مغافیر" استفہامی انداز میں ہو کر محتاط تھا (ولا یخفی علیٰ احد من خدام هذا العلم الشریف) مگر معترض نے اسے خبریہ قرار دیکر اپنی جہالت یا تجاہل کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان امہات المومنین کو معاذ اللہ جھوٹ بول کر اور حضور نبی کریم ﷺ سے جھوٹی بات کو منسوب کرنے والا قرار دیکر ان کی بھی شدید گستاخی کی ہے جو اس کے چھپے "رفض" کی دلیل ہے چنانچہ اس نے پیش نظر جملہ کا ترجمہ اسطرح لکھا ہے "آپ نے مغافیر کھایا ہے تو آپ ﷺ سے بھی اس مغافیر کی بو آرہی ہے"۔ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۲)

ثبوت علم نبی ﷺ نیز معترض کی مجرمانہ خیانت=

معترض کی پیش کردہ مبحث فیہ حدیث کے آخری الفاظ اسطرح ہیں "لا تخبری بذلك احدا" یعنی آپ نے اپنی اس زوجہ پاک سے فرمایا "اسکی خبر کسی کو نہ کرنا" (کما مر آنفاً) اسکے بعد کا واقعہ اس طرح ہے کہ ان سے رہا نہ گیا اور وہ اسے اپنی ایک سوکن پر ظاہر کر بیٹھیں حضور سید عالم ﷺ نے ان میں سے کسی کو بتائے بغیر ان سے فرمایا تم نے اسے کیوں افشاء کیا انہوں نے پوچھا حضور آپ کو کس نے بتایا ہے کہ میں نے سے افشاء کر دیا

ہے آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔اور یہ مضمون قرآن مجید کی سورۃ تحریم کی آیت نمبر ۳ میں بھی صراحت کے ساتھ مذکور ہے مگر چونکہ یہ حصہ حضور سید عالم ﷺ کے خداداد علم شریف (عطائی علم غیب) کا روشن ثبوت اور معترض کیلئے پیام موت تھا اس لیے اس نے عافیت اسمیں سمجھی کہ مجرمانہ خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے اسے چھوا تک نہیں۔ایسوں ہی کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ آج سے کم بیش چودہ سو برس قبل فیصلہ سنا چکا ہے۔''ان الـذيـن يـكتـمـون ماانزلنا من البينٰت والهدٰى من بعد مابينه للناس فى الكتٰب اولٰئك يلعنهم الله و يلعنهم اللعنون۔صدق الله العظيم۔

نوٹ = پیش نظر اعتراض کے بعض دیگر جوابات معترض کی نام نہاد'' قرآنی گیارھویں دلیل'' کے تحت گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں جن کے اعادہ کی حاجت نہیں بلکہ باعث طوالت ہے اس لیے انہیں ادھر ہی ملاحظہ کیا جائے۔

دعا یا دغا= اعتراض ہٰذا کے آخر میں معترض نے محبان نبی ﷺ پر دانت پیستے ہوئے دعا کی صورت میں یہ دغا کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دین فرشوں سے عوام الناس کا مال اور ایمان محفوظ فرمائے۔ملاحظہ ہو (صفحہ نمبر ۵۷)۔

ہماری تحقیق بالا سے واضح ہے کہ معترض خود ہی دین فروش اور اپنے ان الفاظ کا کامل مصداق ہے لہٰذا قارئین کرام سے اور بھی نہ ہو سکے تو کم از کم گیارہ بار اس پر لاحول شریف ضرور پڑھیں تا کہ اس کی تلبیس کچھ اثر نہ کر سکے اور اسکے زہریلے اثرات خود اسی پر لوٹ جائیں۔ (جلا کر راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں)

نماز میں پا پوش مبارک کے اتارنے کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع=

معترض نے ابوداؤد کے حوالہ سے اس سلسلہ میں ایک مغالطہ یہ دیا ہے کہ آنحضرت نے ایک بار نماز میں اپنی جوتی اتار کر بائیں طرف رکھ لی صحابہ نے بھی اپنی جوتیاں اتار لیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا جبرائیل میرے پاس آئے تو انہوں نے مجھ کو خبر دی کہ تمہارے جوتوں میں نجاست لگی ہوئی ہے اس لئے میں نے اتار دیئے (ملخصاً)''اس میں عالم الغیب کا عقیدہ رکھنے والوں کا شدید رد ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو علم غیب نہیں بلکہ بے شمار واقعات میں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رہنمائی فرمائی ہے کیونکہ وحی کے بغیر پیارے نبی ﷺ بولتے ہی نہ تھے قرآن مجید سورۃ النجم پارہ ۲۷''اھ بلفظہ۔ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۹)۔

اقول=

اولاً= روایت ہذا السنن الدارمی (ج ا صفحہ ۳۷۰ باب ۱۰۳ حدیث ۱۳۷۸ میں بھی ہے جو غریب (فرد نسبی) ہے جس کا مرکزی راوی ابونضرہ منذر بن مالک العبدی ہے جسکے متعلق ابن سعد نے کہا'' ثقة كثير الحديث وليس كل احد يحتج به ''یعنی ثقہ کثیر الحدیث تو ہے مگر سب کے نزدیک لائق احتجاج نہیں یعنی اسکا حجت ہونا متفق علیہ نہیں بلکہ مختلف فیہ ہے۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں کہا'' وكان ممن يخطئى '' ان راویوں میں سے ہے جو بیان روایت میں خطا کرتے ہیں۔ نیز''لم يحتج به البخارى ''

امام بخاری نے اسے قابل احتجاج نہیں سمجھا۔ ملاحظہ ہو (تہذیب التہذیب ج ۱۰ صفحہ نمبر ۲۶۹ طبع مصر و پاک)

ثم اقول = پس اس کا خطا ہونا محتمل ہوا جبکہ ابونضرہ کا اسمیں کوئی متابع بھی نہیں ہے (ومن ادعی فعلیه البیان بالبرهان) نیز ابونضرہ سے روایت ہذا ابونعامہ السعدی نے لی ہے وہ بھی اس میں متفرد ہیں پھر ان سے حماد بن سلمہ ابن دینار نے اسے روایت کیا ہے (کذافی سنن الدارمی) انکی بھی اس میں کسی سے متابعت ثابت نہیں۔ مزید امام بیہقی نے حماد موصوف کے بارے میں فرمایا۔ "هوا احد ائمة المسلیمن الا انه لما کبر ساء حفظه فلذا ترکه البخاری" یعنی حماد بن سلمہ ائمہ مسلمین میں سے ایک ہیں الا اینکہ بوڑھاپے میں پہنچ کر ان کی قوت حافظہ خراب ہوگئی تھی اسی لئے امام بخاری نے ان سے روایت لینا چھوڑ دیا تھا۔ نیز ابن سعد نے کہا۔ "ثقة کثیر الحدیث وربما حدث بالحدیث المنکر" یعنی وہ ثقہ بھی ہیں کثیر الحدیث بھی لیکن بایںہمہ انہوں نے بعض اوقات منکر حدیثیں بھی بیان کیں ہیں ملاحظہ ہو (تہذیب التہذیب ج ۳ صفحہ ۱۳، ۱۴ طبع مصر و پاک)

پس اس سے روایت ہذا کے محل نظر و مخدوش ہونے کی مزید تائید ہوئی۔

ثانیاً = اس سے قطع نظر بھی یہ معترض کی کسی طرح دلیل نہیں کیونکہ دعوٰی تو اسکا عدم علم غیب کا جبکہ اسکے اثبات میں جس امر کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے وہ امور غیب سے نہیں بلکہ امور شہادت و محسوسات سے ہے پس بر تقدیر تسلیم اس سے زیادہ سے زیادہ عدم

توجیہ ثابت ہو گی جو لاعلمی کو مستلزم نہیں (کما مر) اور وہ بھی اس وقت کہ "قذر" سے مراد نجاست ہی ہو کہ یہ لفظ نجاست کے معنیٰ ہی کے لیے موضوع نہیں ہر لائق تنفر چیز کو بھی شامل ہے اگرچہ فی نفسہ طاہر ہو جیسے ریزش بینی وغیرہ۔ (کما فی بذل المجهود وعون المعبود والطیبی ومرقاة المفاتیح وغیرها من الشروح اذالاوّلان للذین هم من ائمة المعترض)

نیز اس صورت میں قذر سے مراد نجاست ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے قدر مانع ہونیکا ثبوت بھی ضروری ہے نیز قدر مانع سے کم ہونیکی صورت میں تعلیماً و بیاناً للجواز نہ ہونا بھی لازم ہے۔ قذر بمعنی مطلق لائق تنفر چیز یا بمعنی نجاست غیر قدر مانع ہو تو اسکے باوجود آپ ﷺ کو خلع نعل مبارک کا حکم آپ کے لئے کمال نظافت و کمال طہارت کی دلیل ہو گا جو آپ کی عظمت و شان ہے۔

ثالثاً= معترض کی کم فہمی پر تعجب ہے کہ اسے اتنا بھی سمجھ نہیں کہ جس امر کو وہ غیب کہہ کر اس کے علم کو غیر خدا کے لیے شرک کہہ رہا ہے اسے وہ سرکار ﷺ کے لئے نہ سہی کم از کم آپ کے خادم دربار حضرت جبریل علیہ السلام کے لئے تو ثابت مان لیا ہے جو اسکے حسب اصول بطریق اولیٰ بہت بڑا شرک ہوا۔ سچ ہے "فر من المطر واستقر تحت المیزاب" (بارش سے بھاگا پرنالے کے نیچے آ کھڑا ہوا کہ کہیں کپڑے نہ بھیگ جائیں)۔ بریں عقل و دانش بباید گریست، اسمیں مزید تفصیل وہی ہے جو حدیث نمبر ( ) کے تحت گزری ہے۔

رابعاً= روایت ہٰذا سے اسکا یہ لاعلمی والا استدلال ''سانپ کے منہ میں چھچھوندر'' کا مصداق ہو کر اس کے لیے ''اگلتے بنے نہ نگلتے بنے'' والا معاملہ بھی ہے کیونکہ وہ اس سے اپنی وجہ استدلال کو واضح کرتے ہوئے اسکے تحت لکھ چکا ہے۔ ''بے شمار واقعات میں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی راہنمائی فرمائی ہے کیونکہ وحی کے بغیر پیارے نبی ﷺ بولتے ہی نہ تھے دیکھئے قرآن مجید سورہ انجم پارہ ۲۷'' ملاحظہ ہو (کتابچہ معترض صفحہ ۵۹)۔
جس سے دو امر واضح ہو گئے ہیں ایک یہ کہ اس نے حضور سیّد عالم ﷺ کے لیے بھی عطائی علم غیب جسے اس نے شرک قرار دیکر اسے شرک ثابت کرنے کے لیے کمر باندھی تھی مان لیا اور اسکی وسعت کو بھی تسلیم کر لیا جیسا کہ ''بے شمار'' کے لفظوں سے ظاہر ہے پس وہ بقلم خود مشرک قرار پایا۔ دوسرے یہ کہ خود پیش نظر واقعہ کے بارے میں بھی صاد کر دیا کہ وہ بھی وحی الٰہی سے تھا یعنی جس پاپوش مبارک کو آپ نے اتار دیا تھا اسے پہنا بھی آپ نے وحی الٰہی سے تھا کہ وحی کے بغیر نہ بولنا تو ایک محاورہ ہے جسکا مطلب ہے ہر کام وحی الٰہی سے کرنا پس اس کا یہ اعتراض حضور اقدس ہی پر ہی نہیں اللہ پر بھی ہے (جل جلالہٗ و ﷺ) جو اسکی بے ایمانی کی ایک اور دلیل ہے جس سے ایکبار پھر واضح ہو گیا کہ اللہ کے نبی ﷺ پر اعتراض کرنے والے بے ایمان ہی ہوتے ہیں۔ رہا یہ کہ وحی سے حاصل ہونے والے علم کو علم نہیں کہتے؟ تو یہ معترض کی سخت جہالت ہے جس پر مفصل بحث اپنے مقام پر گزر چکی ہے۔ (فليلا حظ ذلك هناك)

خامساً= معترض کا یہ اعتراض بارگاہ رسالت میں سخت سوء ادبی ہے کیونکہ اس

سے یہ تاثر دینے کی مذموم کوشش کی ہے کہ معاذ اللہ سرکار ﷺ احکام نماز کی ادائیگی میں بے احتیاطی فرماتے تھے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) نقل کفر کفر نباشد

سادساً = اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے مذہب معترض اینڈ کمپنی کی رگ جان کٹ کر رہ جاتی ہے کیونکہ انکا گستاخانہ عقیدہ ہے کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کا خیال لانا نہ صرف یہ کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ بیل اور گدھے کے تصور میں ڈوب جانے سے زیادہ برا ہے بلکہ اس سے انکے نزدیک نمازی کافر و مشرک بھی ہو جاتا ہے ۔ملاحظہ ہو (انکی کتاب صراط مستقیم اردو صفحہ ۱۶۹۔۱۷۰ طبع لاہور)

جبکہ یہ حدیث اپنے اس مفہوم میں نہایت درجہ واضح ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حالت نماز میں حضور سید عالم ﷺ کے تصور میں مستغرق ہو کر آپکی کمال تعظیم بجا لاتے ہوئے آپکی کمال اطاعت کا اجتماعی مظاہرہ کیا۔ اب اسکی مرضی وہ اس روایت کو غلط کہے یا اپنے اس صراط نا مستقیمی نظریہ کو

من نگویم ایں کن و آں مکن
مصلحت بین و کار آسان بکن

واقعہ غسل کے حوالہ سے مغالطہ کا قلع قمع =

اس سلسلہ میں معترض نے ایک مغالطہ سنن ابی داؤد (ج ۱ ص ۳۰ طبع کراچی) کی ایک روایت سے دیا ہے کہ "نماز کا وقت ہوا تو لوگوں نے صفیں باندھی اتنے میں نبی پاک ﷺ تشریف لے آئے اور اپنے مقام (مصلیٰ) پر کھڑے ہو گئے اور آپ کو یاد آیا کہ میں نے غسل نہیں کیا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا تم یہیں جمے رہو پھر گھر گئے تو آپ ﷺ گھر سے واپس نہا کر تشریف لائے تو اس وقت آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا" الخ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۶۰)

جس پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ وجہ استدلال پیش کی ہے = اس حدیث نبوی میں بھی یہ وضاحت ہے کہ آپ کو علم غیب نہیں تھا۔ کیونکہ اگر علم غیب ہوتا تو یقیناً آپ غسل کئے بغیر مسجد میں تشریف نہ لاتے کیونکہ جنبی کو مسجد میں آنا پیارے رسول نے منع فرمایا ہے مذکورہ حوالہ میں دیکھئے ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۶۰)

اقول = معترض، اللہ کے محبوب ﷺ کو معاذ اللہ لاعلم ثابت کرنے کے شوق میں اس قدر بدمست ہو گیا ہے کہ وہ اپنا دماغی توازن بھی کھو بیٹھا ہے اور وہ اس قدر پاگل ہو گیا ہے کہ اسے پتہ ہی نہیں چل رہا کہ اسکے دعویٰ اور دلیل میں مطابقت بھی ہے یا نہیں؟ پس جو کچھ اس کی کھوپڑی میں آ رہا ہے وہ اسے بلا سوچے سمجھے اگلے اور بکے جا رہا ہے۔ غور فرمائیں دعویٰ تو اسکا یہ تھا کہ رب ذوالجلال کے تلمیذ باکمال کو کسی طرح بھی علم غیب حاصل نہیں جبکہ دلیل میں وہ پیش کر رہا ہے غسل کے مسئلہ کو جس سے ایک عام سے عام آدمی بھی

آ گاہ ہے جو معترض کی حماقت ہی نہیں اللہ کے محبوب ﷺ کی شانِ اقدس میں بدترین گستاخی بھی ہے جسکا واضح مطلب یہ ہے کہ " خاک بدھنش " معاذ اللہ حضور والا شان ﷺ الرحمن کو غسل کے عامۃ الورود مسائل کا بھی علم نہیں تھا۔ تف ہے اس ذھنیت پر اور ہزار تف ہے گستاخی لکھنے والے اس کے قلم پر اور خود اس پر بھی۔

اس جاہل بلکہ اجہل کو اتنی بھی خبر نہیں کہ علم کی ضد جہل ہے جبکہ یہ واقعہ زیادہ سے زیادہ ذھول پر دلالت کرتا ہے جسکا مطلب ہے کسی امر کے بارے میں علم کے بعد ذہن کا غیر متوجہ ہو جانا۔ جو یا تو ذہنی کمزوری کے باعث ہوگا یا بر بناء حکمت۔ نبی کے متعلق صورت اول ناممکن ہے کیونکہ وہ عیب ہے جس سے نبی پاک ہوتا ہے پس دوسری صورت ہی متعین ہوئی۔ اور اس میں جو حکمت تھی وہ واضح ہے کہ امت کو اس جیسی صورت سے دوچار ہونیکی صورت میں راہنمائی حاصل ہوئی جس کی ایک دلیل صحابہ کرام میں سے کسی کا تبصرہ کرنے کی بجائے سب کا دم بخود رہنا بھی ہے۔ پس ذہن شریف سے اس کا اتر جانا امت کے لئے رحمت قرار پایا مگر۔

آنکھ والا جب تیرے جوبن کا تماشا دیکھے　　دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے؟

ولنعم ما قاله امام اهل السنة

ظالمو کیا محبوب کا حق تھا یہی　　عشق کے بدلے عدوات کیجئے

وقال ایضاً　　وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض و جود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر، تیرے دل میں کس سے بخار ہے۔

اس کور چشم کو اسی ابوداؤد کے اسی صفحہ پر اس پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا قائم کردہ یہ عنوان باب بھی نظر نہ آسکا" **باب فی الجنب یصلی بالقوم و هو ناس** "جسکا واضح مطلب یہ ہے کہ انکے نزدیک یہ مبنی بر حکمت ذھول کے باعث پیش آیا جو لفظ ناس سے روز روشن کی طرح واضح ہے جو حدیث کے الفاظ "**ذکر انه لم یغتسل**" سے ماخوذ و مستنبط ہے جو بذات خود علم کی دلیل ہے کہ ذھول، علم کے بعد ہی ہوتا ہے جبکہ نبی سے اسکا ظہور کسی حکمت کی تکمیل کی بناء پر ہوتا ہے (کمامرّ) ارشاد نبوی ہے۔"**انی لا انسی ولکن انسی لاسن لکم**" یعنی بعض امور میں جو مجھ پر نسیان طاری ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ مجھ پر اسلئے طاری فرماتا ہے کہ میں تمھارے لئے متعلقہ مسائل کے وضاحت طلب پہلوؤں کو عملاً بیان کروں۔ معترض خود بھی لکھ چکا ہے " کہ آپکو یاد آیا کہ میں نے غسل نہیں کیا" ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۵۹)

پس اس عقل کے دشمن سے کوئی پوچھے کہ علم نہیں تھا تو یاد کیونکر آیا اور یاد آیا تو علم کیونکر نہیں تھا؟ معترض کا اس عنوان باب سے چشم پوشی کر کے گزر جانا سخت حیرت انگیز اور شدید تعجب خیز بھی ہے کیونکہ کسی محدث کا کسی حدیث پر کوئی عنوان قائم کر دینا اسکے فرقہ والوں کے نزدیک آیت یا حدیث سے کم نہیں جیسا کہ وہ صحیح مسلم شریف میں حدیث "**ما لی اراکم رافعی اید یکم**" پر نووی کے قائم کردہ عنوان باب کے متعلق انکے تبصروں سے ظاہر ہے۔ ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے؟ (**فافهم واحفظه فانه ینفعك كثیرًا**)

اقرار پھر انحراف= پھر پُر لطف بات یہ بھی ہے کہ وہ پیش نظر روایت سے پہلے والی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے "وضاحت ثانی" کے زیر عنوان یہ بھی لکھ چکا ہے کہ نبی ﷺ وحی کے بغیر بولتے ہی نہیں تھے۔ "ملخصاً " (ملاحظہ ہو کتابچہ صفحہ ۵۹) جس سے اس کے اس استدلال کے خود اسی کے قلم سے پرخچے اڑ جاتے ہیں کیونکہ اس کی اس عبارت کی رو سے نبی ﷺ کا اس حالت میں مسجد شریف میں تشریف لانا پھر صحابہ کرام کو اسی صورت میں کھڑے رہنے کا حکم فرما کر تشریف لے جانا پھر واپس تشریف لا کر نماز پڑھانا وغیرہ سب وحی الٰہی سے تھا پس لاعلمی والا یہ اعتراض سرکار ﷺ پر نہیں بلکہ خود خدا پر عائد ہوگا جس نے آپکی جانب اس سب کی وحی فرمائی جو معترض کی ڈبل بے ایمانی اور اس امر کی واضح دلیل ہے کہ وہ صرف حضور اقدس ﷺ کی فضیلت علمی ہی کا نہیں بلکہ خود علم الٰہی کا بھی منکر ہے (**کما هو لا يخفى قطعاً**)

معترض کی کوتاہ فہمی= رہا اس کا یہ کہنا کہ اگر علم غیب ہوتا تو یقیناً آپ غسل کئے بغیر مسجد میں تشریف نہ لاتے الخ؟

تو یہ بھی اسکی کوتاہ فہمی کا نتیجہ ہے جو قطعاً اسکی دلیل نہیں کیونکہ جب یہ غیب کا مسئلہ ہی نہیں تو اسے اسکی بنیاد بنانا بے جا ہے پھر بر تقدیر تسلیم اس میں بھی جب قصد نہیں بلکہ ذہول ہے تو اس سے اس کا استدلال یقیناً فضول ہے۔ علاوہ ازیں ذہول جب علم کے ثبوت کی دلیل ہے اور واقعہ ہذا کو معترض غیب کہہ چکا ہے تو یہ علم غیب کا ثبوت بن کر خود بقلم خود معترض کے مشرک ہونے کی دلیل قرار پایا اور اسی کے چہرہ کے لئے اسی کا آئینہ بھی۔

معترض کی چالاکی= رہا یہ کہ جنبی کو مسجد میں آنا منع فرمایا ہے؟ تو یہ معترض کی چالاکی پر مبنی ہے کیونکہ وہ اس دعویٰ کے بعد یہ تو لکھ گیا ہے کہ ''مذکورہ حوالہ میں دیکھئے'' مگر حدیث شریف کی اصل عبارت نقل نہیں کی کیونکہ وہ الفاظ اس کے لئے موت سے کم نہیں تھے چنانچہ وہ الفاظ اس طرح ہیں '' **انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب** ''یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ماہانہ عارضہ میں مبتلا عورت اور جنبی کے لئے مسجد میں آنا حلال قرار نہیں دیتا۔ ملاحظہ ہو(سنن ابی داؤد ج ا صفحہ ۳۰)

جس سے رسول اللہ ﷺ کے مختار فی التشریع ہونے کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے جو معترض کے دھرم بے شرم میں شرک اکبر ہے پس اس نے عافیت اسمیں سمجھی کہ وہ اسے صاف گول کر جائے ولا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

معترض کی ھیرا پھیری= علاوہ ازیں یہ اسکی ہیرا پھیری پر بھی مبنی ہے کیونکہ اس میں یہ تو ضرور ہے کہ آپ ﷺ نے جنبی کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا مگر اس میں یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ ﷺ بھی اس میں شامل ہیں اور یہ حکم آپ کے لئے بھی لاگو ہے جبکہ بے شمار امور میں آپکے احکام کا امت کے احکام سے مختلف وممتاز ہونا بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔(کما ھو مبر ھن فی موضعه)

پس اسکا آپ کو اسمیں شامل کر لینا اس کا اپنا قیاس ہے جو اسکے فرقہ کی '' من تک '' میں کار ابلیس کے عنوان سے معنون ہے۔

خصوصیت نبی ﷺ= علاوہ ازیں احادیث کثیرہ مقبولہ میں بالفاظ

مختلفہ تصریحاً مذکور ہے کہ آپ ﷺ اس حکم میں شامل نہیں ہیں چنانچہ امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت ابوسعید نیز امام بزار نے حضرت سعد سے نیز محدث ابویعلی نے امیر المومنین فاروق اعظم نیز بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ، نیز زبیر بن بکار نے ابوحازم اشجعی، نیز ابن عسا کر نے حضرت ام المومنین صدیقہ ام المومنین ام سلمہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا کہ حالت جنابت میں آپ کا مسجد میں آنا ممنوع نہیں بلکہ آپ کے لئے جائز اور درست ہے۔ ان میں سے بعض روایات میں حضرت علی کا اور بعض میں انکے ساتھ حضرت سیدہ زہرا اور حسنین کریمین کا نیز بعض میں امہات المؤمنین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا بھی اس حکم میں شامل ہونا مذکور ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (الخصائص الکبریٰ ج ۲ صفحہ ۲۴۳۔۲۴۴) از امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

ائمہ دین سے = ان احادیث کے مقبول و معتبر فی الباب ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ امام جلال الملّۃ والدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ خصائص کبریٰ کے دیباجہ میں رقمطراز ہیں"**و نزهته عن الا خبار الموضوعة و ما يرد و تتبعت الطرق و الشواهد لما ضعف من حيث السند**" یعنی میں نے اپنی اس کتاب (خصائص کبریٰ) کو موضوع و منگھڑت اور مردود روایات سے پاک رکھا ہے اور جو روایتیں من حیث السند کمزور ہیں انکی کمزوری کو تعدد طرق اور کثرت شواہد کے نقل کر دینے سے دور کر دیا ہے ملاحظہ ہو (ج ا ص ۳ طبع مذکور)

علاوہ ازیں انہوں نے انہی روایات کی بنیاد پر ان پر یہ عنوان قائم فرمایا ہے "باب اختصاصه ﷺ بجواذ المکث فی المسجد جنباً " یعنی بحالت جنابت مسجد میں آپ ﷺ کے ٹھہرنے کے جواز کا آپ کی خصوصیت ہونے کا بیان۔ ملاحظہ ہو (ج ۲ صفحہ ۲۴۳)

علاوہ ازیں دیگر ائمہ نے بھی ان کی بنیاد پر امر مذکور کو آپ ﷺ کی خصوصیت ہونا شمار کیا ہے۔ (کالا مام الشعرانی فی کشف الغمة وغیرہ فی غیره)

معترض کے بڑوں سے = بلکہ خود معترض کے پیشوایان مذھب کو بھی اس سے انکار نہیں پس معترض اپنے گھر کی کتابوں سے بے خبر ہے جو اسکے انتہاء درجہ جہل کی دلیل ہے چنانچہ معترض کے پیشرو بابائے غیر مقلدیت مولوی صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد نے ایک مستقل عنوان کے تحت آپ ﷺ کے ''خصائص کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خصائص آپ کے آٹھ نوع میں منحصر ہیں''۔ پھر انکی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ '' نوع ہفتم وہ مباحات ہیں جنکے ساتھ آپ مختص تھے جیسے ٹھہرنا مسجد میں بحالت جنابت۔ اھ ملاحظہ ہو (الشمامة العنبریه صفحہ ۴۰ طبع بھوپال مطبوعہ ۱۳۰۵ھ)۔

بھوپالی کے کئی رنگ = معترض کے پیشوائے مذکور نے اپنی اس کتاب میں یہ بھی لکھ مارا ہے کہ ''اور اس میں اختلاف ہے'' جو سخت تعجب خیز ہے کیونکہ انکا دعویٰ جب قرآن وحدیث پر عمل کا ہے اور مبحث فیہ امر کا خصوصیت نبی ﷺ ہونا معتبر فی ا

لباب احادیث سے ثابت ہے تو اسکے بعد ''اختلاف ہے'' تو کس کا اور کیوں اور ایک غیر مقلّد کا اس پر اعتماد کس حکمت پر مبنی ہے؟ پس یہ ''خوئے بدرا بہانہ بسیار'' والا معاملہ ہوا ۔ جبکہ موصوف اپنی اسی کتاب میں امام سیوطی کی توثیق نیز ان پر اپنا اعتماد بھی لکھ چکا ہے ملاحظہ ہو (صفحہ ۵۴) حیث قال و قد جمع بعض خصائصه ﷺ یسوطی فی انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب بلکہ وہ اپنی اس کتاب کے مندرجات کے بارے میں بھی گارنٹی دیتے ہوئے یہ لکھ چکا ہے کہ ''اس رسالے میں ۔۔۔۔ روایات موضوعہ وضعیفہ و حکایات مفتعلہ مختلفہ سے اجتناب کیا گیا ہے'' ملاحظہ ہو (الشمامہ صفحہ نمبر ۹۹)۔

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہئے؟　　ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے؟

باب نہم

متفرق مغالطات کا ترکی بہ ترکی قلع قمع

متفرق مغالطات کا قلع قمع = معترض نے اس سلسلہ میں نمبر ا۔ نمبر ۲ کی ترتیب کے علاوہ بھی کچھ مغالطات دیئے ہیں، انکار دبھی ترتیب وار حسب ذیل ہے مغالطات کو اعتراض اور انکے رد کو ''قلع قمع'' کا عنوان دیا گیا ہے۔

اعتراض = ''اہل بدعت آپ ﷺ کو عالم الغیب باور کراتے ہیں حالانکہ بعض جنگوں میں آپکے دنداں مبارک بھی شہید ہوئے۔ (کتابچہ صفحہ ۱۲)۔

جواب = آپ ﷺ کے لیے عطائی علم غیب کا ہونا ایک ناقابل تردید حقیقت ،اٹل بات اور دین کے بنیادی عقائد میں سے ہے ورنہ ایمان بالغیب کیونکر متصور ہوگا (کما مرّ مراراً مفصّلا)

نہ معلوم اہل تنقیص کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے اور انہیں یہ چھوٹی سے بات بھی سمجھ کیوں نہیں آتی ؟ رہا دندان مبارک کا شہید ہونا ؟ اولاً اسکا صحیح صریح ثبوت کیا ہے؟ ثانیاً اس کے عدم علم غیب عطائی کی دلیل ہونے کی کونسی آیت یا کونسی صحیح صریح مرفوع حدیث ہے؟ ایسی کوئی دلیل تھی تو اسے پیش کیوں نہیں کیا؟

اعتراض = جیسے استاد شاگرد کو جو سبق بتاتا ہے۔ وہی شاگرد کو معلوم ہوتا ہے بقیہ معلوم نہیں ہوتا۔ (کتابچہ صفحہ نمبر ۲۱)۔

قلع قمع = تمہارے جیسے شاگرد ہوں تو یہ کیفیت انکی ضرور ہوسکتی ہے ورنہ لائق فائق شاگرد تو استاد کامل کے بتائے ہوئے اصولوں کے پیش نظر بڑے بڑے ادق مسائل کو بھی تھوڑی سی توجہ سے حل کر لیا کرتے ہیں جب کہ رب جلیل کے تلمیذ رشید کو دوسروں

پر قیاس کرنا بھی سخت نادانی ہے (جل جلالہ و ﷺ) پھر معترض چلا تو تھا نفی علم کے اثبات کیلئے مگر مان بیٹھا علم کو جیسا کہ اس کے الفاظ ''شاگرد کو معلوم ہوتا ہے'' سے خوب ظاہر ہے نیز بحث علم غیب میں چل رہی ہے لہٰذا اس معلوم کا مصداق بھی وہی علم غیب ہوا پس اسکی یہ عبارت عطائی علم غیب کا واضح اقرار ہو کر اسکے چہرہ کے لئے اسکا آئینہ قرار پائی۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اعتراض = معلم انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ طیبہ کی پردہ نشین باحیا بچی سے یہ بول سنا کہ وہ کہہ رہی ہے ''وفینا منی یعلم مافی غد'' ہم میں وہ نبی ہے جو کل کی بات جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ''دعی ھذہ'' یہ نہ گاؤ اس جملہ کو چھوڑ دو کیونکہ یہ قرآن و حدیث اور عقیدۂ توحید کے خلاف ہے۔۔۔(صحیح بخاری کتاب النکاح) اھ ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۳)۔

قلع قمع = معترض کا رسول اللہ ﷺ سے اسکی توجیہ کو منسوب کرتے ہوئے یہ لکھنا ''کیونکہ قرآن و حدیث اور عقیدۂ توحید کیخلاف ہے'' شدید افتراء، سخت بہتان اور سفید جھوٹ ہے۔ صحیح بخاری میں اس کا کوئی نشان پتہ نہیں۔ ذرہ بھر بھی اس میں صداقت اور جرات ہے تو وہ اسے صحیح بخاری سے ثابت کر کے دکھائے۔ دیدہ باید۔

نیز یہ بھی بتائے کہ اگر دعی ھذہ فرمانا اس کے عقیدہ شرکیہ ہونے کی بناء پر تھا تو رسول اللہ ﷺ سے اسکا صریح ثبوت کیا ہے؟ نیز آپ ﷺ نے صرف ان الفاظ پر کیوں اکتفاء فرمایا اور اسے بقول معترض اس شرکیہ عقیدہ سے توبہ کیوں نہ کرائی تھی؟ یا کیا شرک

اکبر توبہ کے بغیر بھی معاف ہو جاتا ہے؟ بہر صورت صریح آیت یا صحیح صریح مرفوع حدیث درکار ہے جیسا کہ خود معترض اینڈ کمپنی کا دعویٰ بھی ہے۔ پھر اگر دعیٰ ھذہ فرمانا اس کے عقیدہ شرکیہ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں اور یہ بات کہنے والی ''باحیا'' تھیں اور یقیناً تھیں تو اسے بلا دلیل شرک پر محمول کرنے والا ''با'' کی بجائے ''بے'' قرار پایا یا نہیں؟ (لہ جوابات اخر لھا مقام اٰخر لا یسعھا ھذا المختصر)۔

اعتراض = ''اگر آنحضرت کو علم غیب ہوتا کہ مجھ پر طائف میں پتھر برسیں گے تو آپ طائف میں کبھی تشریف نہ لیجاتے۔'' (کتابچہ صفحہ نمبر ۱۸)۔

قلع قمع = اگر معترض کو ذرہ بھر بھی عقل ہوتی تو وہ یہ بات کبھی منہ سے نہ نکالتا کیونکہ عطائی علم غیب کی نفی سے اسے کوئی تعلّق نہیں۔ باقی ان لوگوں کے پتھر برسانے کا امکان یقینی الوقوع تھا کیونکہ اس وقت تمام اہل طائف معترض کی طرح شان نبوت سے ناواقف ہی نہیں سخت منکر بھی تھے۔ معترض کی یہ عبارت شان نبوت میں سخت تنقیص ہے کیونکہ اس میں اس سے اللہ کے محبوب حضور امام الانبیاء ﷺ جو وصف شجاعت میں چودہ طبقوں میں سب سے بڑھ کر ہیں، سے معاذ اللہ بزدلی کو منسوب کیا ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کے نبی پر روز روشن کی طرح یہ بھی واضح ہو کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ انکے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں گے تو بھی وہ اپنے مشن کے لوگوں تک پہنچانے میں ایک ذرّہ کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی پس و پیش نہیں کر سکتے۔ نبی تو آئینہ ہوتا ہے جس میں دیکھنے والے کو اپنا ہی چہرہ نظر آیا کرتا ہے۔ اس جاہل بزدل معترض کو

دراصل اپنی اصل صورت نظر آئی ہے جسے وہ از راہ حماقت، اللہ کے محبوب ﷺ سے منسوب کر رہا ہے۔ اس سب سے قطع نظر کیا یہ قرآن کی کسی آیت یا کسی صحیح صریح حدیث مرفوع میں ہے کہ طائف میں پتھروں کے برسنے کا آپکو معاذ اللہ علم نہیں تھا۔ یا علم ہوتا تو آپ طائف میں کبھی تشریف نہ لیجاتے؟ کچھ تو شرم کریں۔

اعتراض = جس کو خبر دی جائے وہ عالم الغیب نہیں ہو سکتا (ملخصاً) (کتابچہ صفحہ نمبر ۵۰)۔

قلع قمع = اس دعویٰ کی کونسی واضح آیت یا صحیح صریح مرفوع حدیث ہے؟ معترض بھڑکیں مارنے کا بہت عادی ہے۔ مگر جب دلیل دینے کی باری آئے تو اسے تپ چڑھ جاتا اور موت آنے لگتی ہے۔

اعتراض = اگر ایسے خبر دینے سے عالم الغیب ہوتا ہے تو پھر ہر شاگرد سبق یاد کرنے کے بعد عالم الغیب ہو سکتا ہے۔ (کتابچہ صفحہ نمبر ۵۰)۔

قلع قمع = تمہیں بھی علم غیب حاصل ہے یا نہیں؟ نہیں ہے تو ایمان بالغیب کی کیا صورت ہے؟ ہے تو از خود ہے یا سبق یاد کرنے کے بعد؟ بہر صورت واضح کریں تا کہ تمہاری طبیعت مزید صاف کی جا سکے۔ جبکہ علم الغیب کے ہونے اور علی الاطلاق عالم الغیب ہونے میں فرق عظیم ہے (**وقد مرّ**)۔

اعتراض = جس کو اہل بدعت علم غیب عطائی سمجھتے ہیں وہ اصل میں وحی ہے وہ علم غیب عطائی ہرگز نہیں ورنہ وحی کا انکار ہوگا (کتابچہ صفحہ نمبر ۲۶ نیز ۲۷، ۴۴، نحوہٗ)۔۔۔

قلع قمع = بذریعہ وحی و تعلیم الٰہی حاصل ہونے والے علم غیب پر علم غیب کے اطلاق کے درست نہ ہونے کی اہل تنقیص و مبتدعین غیر مقلدین کے پاس کیا شرعی دلیل ہے؟ پس اسے ''علم غیب عطائی ہرگز نہیں'' کہنا معترض کا نرا دعویٰ ہے جس کی معیاری شرعی دلیل کا پیش کرنا اس کے ذمہ ہے۔ نیز اس کا یہ کہنا کہ ''ورنہ وحی کا انکار ہوگا''۔ اسکی بنیاد اس کے اسی دعویٰ پر ہے کہ عطائی کو علم غیب نہیں کہا جا سکتا جو خود بے بنیاد اور محتاج دلیل ہے۔ اور اس واویلا کی گنجائش اس وقت تھی جب اس نے اس کی کوئی دلیل پیش کی ہوتی (**ولکن اذ لیس فلیس**)۔

اعتراض = ''جب علم کا لفظ غیر کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے'' (کتابچہ صفحہ نمبر ۲۷)

قلع قمع = قرآن و حدیث سے اس دعوٰی کی معیاری صحیح دلیل کیا ہے؟ نیز غیر سے مراد ظاہر ہے کہ ماسوی اللہ ہے پس بتایا جائے کہ آیت'' **و بشروہ بغلٰم علیم** '' میں علم کی نسبت اللہ کے نبی کی طرف ہے یا نہیں؟ پھر اگر مذکورہ کلیہ درست ہے تو کیا انکا علم ذاتی تھا جبکہ معترض اسے خاصہ خداوندی لکھ کر مخلوق کیلئے شرک قرار دے چکا ہے۔ نیز معترض نے متعدد بار لکھا ہے کہ ذاتی عطائی کی تقسیم باطل ہے جبکہ عبارت بالا میں اسے درست مان رہا ہے پس ان دو دعوؤں میں سے ایک تو ضرور غلط اور لایعنی ہوگا۔ الغرض معترض کی یہ عبارت انتہائی مضحکہ خیز اور بالکل مہمل ہے ورنہ وہ خود ہی اسکا بامعنیٰ ہونا مع الدلیل واضح کرے۔

اعتراض = ''علم غیب کی تعریف شیر خدا کی زبانی۔ داماد رسول ﷺ حضرت علی نے فرمایا فهذا علم الغيب الذى لا يعلمه احدالا الله و ما سوى ذلك فعلم الله نبيه (نهج البلاغه جلد۲صفحہ۱۵) پس علم غیب یہ ہے کہ جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم غیب کے علاوہ جس قدر جو کچھ بھی ہے وہ مطلق علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو سکھلایا اور انہوں نے آگے امت کو بتلایا'' (کتابچہ صفحہ ۲۵ نیز ۵۰)

قلع قمع = سچ ہے ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا''۔ بتایا جائے کہ کیا سند ہے اسکی کہ نہج البلاغہ حضرت شیر خدا کی کتاب ہے نیز آپ سے منسوب کی گئی اس عبارت کا مع الاسناد کیا ثبوت ہے؟۔ پھر معلوم نہیں کہ معترض کو اثبات مدعا کیلئے کوئی سنّی کتاب کیوں نہ ملی اور وہ شیعہ کی طرف کیوں بھاگا ہے کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ غیر مقلّدیت، رافضیّت کی فرع ہے؟

علاوہ ازیں نہج البلاغہ ج ۲ صفحہ نمبر ۱۵ جیسا کہ معترض نے حوالہ دیا ہے ہمارے سامنے ہے اسمیں اس عبارت کا کوئی نام ونشان ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں عبارت منقولہ سے ظاہر ہے کہ اسمیں کسی امر خاص کے متعلّق حکم ہے اسمیں علم غیب کی تعریف ہر گز نہیں جیسا کہ اسمیں موجود لفظ ہٰذا سے ظاہر ہے کہ تعریف میں یہ انداز نہیں اپنایا جا سکتا۔ تعریف میں تو کہا جاتا ہے کہ ''فلاں چیز وہ ہے'' جبکہ اسمیں خود معترض نے لکھا ہے ''علم غیب یہ ہے'' بالفاظ دیگر تعریف شے میں ماہیت شے کو مدنظر رکھا جاتا ہے جبکہ اسمیں ہٰذا اسم اشارہ ہے۔ پھر یہ کہ نہج البلاغہ کوئی تعریفات اشیاء کے بیان کی کتاب نہیں۔ اگر یہ تعریف ہے تو معترض بتائے کہ وہ تعریف کی کونسی قسم ہے حدِ تام ہے یا حدِ ناقص، رسمِ تام ہے یا رسمِ ناقص؟ جو بھی کہے

اسکی جامع مانع تعریف بھی مع حوالہ لکھے۔علاوہ ازیں عبارت میں " فھذا علم الغیب " جسکا ترجمہ ہے ''پس یہ علم الغیب ہے'' جسے معترض نے الٹ کر کے یوں لکھ دیا ہے کہ ''پس علم غیب یہ ہے'' جو اسکی ہنخت ہیرا پھیری ہے علاوہ ازیں معترض نے ترجمہ عبارت میں ازخود ملاوٹ بھی کی ہے چنانچہ اس نے لکھا ہے ''وہ مطلق علم ہے'' جبکہ عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جسکا یہ ترجمہ بنتا ہو۔اس سب سے قطع نظر عبارت ھٰذا میں ذاتی عطائی کی تقسیم موجود ہے جسے لکھ جانے کے باوجود معترض مان نہیں رہا جو اسکی ہٹ دھرمی ہے اور اسے اسکا اپنے حق میں سمجھ لینا اسکی کم فہمی بھی۔

اعتراض = حضرت علی ہجویری لاہوری (جن کو جاہل لوگ داتا کہتے ہیں) (کتابچہ صفحہ نمبر ۲۵)

قلع قمع = جاہل وہ ہے جو اسمیں شرعی خرابی بھی ثابت نہ کر پائے اور امت کی اکثریت کے مقابلہ میں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ بنا کر بک بک بھی کیئے جائے۔۹۹ عقلاء ایک طرف ہوں اور ایک پاگل دوسری جانب تو اہل عقل اسی پاگل ہی کو سخت سست کہیں گے۔اگر یہ صحیح نہیں تو معترض بتائے کہ حدیث صحیح " الید العلیا خیر من الید السفلی " کا ترجمہ کیا ہے؟۔علاوہ ازیں اگر یہ غلط ہے تو دکانداروں کو چندہ دے سکنے والا مان کران سے نیہ مقلدین کا اپنی مساجد و مدارس وغیرہ کیلئے چندہ مانگنا کس مد میں آئے گا اور ان پر بھی ''جاہل لوگ'' ہونے کا یہ حکم لاگو ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا باعظم جزاء کم

اعتراض= معترض نے کشف المحجوب کے حوالہ سے لکھا ہے" اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی علم انسان کو دیا گیا ہے وہ علم حصولی ہے علم غیب ہرگز نہیں کیونکہ علم غیب خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور اسی کے ساتھ خاص ہے" کتابچہ صفحہ ۲۵۔

قلع قمع= یہ بھی معترض کیلئے" الغريق يتشبثو بكل حشيش "کا آئینہ دار ہے اور تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ جو لوگ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ بلکہ جلیل القدر صحابہ کرام کے اقوال تک کو یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ وہ کسی کے مقلد نہیں ان کی دلیل محض قرآن اور حدیث ہے اس مقام پر انہیں داتا صاحب کیوں یاد آ گئے اور کیونکر حجت بن گئے۔شاید" ضرورت ایجاد کی ماں ہے" حضور داتا سائیں سے استمداد کرنے کے باوجود معترض پھر بھی کہتا ہے کہ" جاہل لوگ ان کو داتا کہتے ہیں" پس کیا وہ پاکستان حیدرآباد کے مشہور ہسپتال میں رکھے جانے کے قابل نہیں؟

علاوہ ازیں کشف المحجوب شریف میں یہ ہرگز نہیں ہے کہ عطائی علم پر علم غیب کا اطلاق مطلقاً ممنوع ہے کشف المحجوب شریف اصل جو فارسی میں ہے دستیاب ہے پس خود ساختہ سابقے لاحقے کے ساتھ خلاصے ولاصے کی کیا ضرورت ہے معترض حسب تحریر خود اسکی اصل عبارت سے یہ بات نکال کر دکھائے پھر معترض کی فہم پر رونا آتا ہے کہ وہ جس امر کی منفی اور شرک ہونے کو ثابت کرنے کیلئے چلا تھا، بڑی سادگی کے ساتھ بلا کمی و کاست اسکا حقیقت ثابتہ ہونا اس نے مان لیا ہے چنانچہ اسکے لفظ ہیں" جو بھی علم انسان کو دیا گیا ہے وہ علم حصولی ہے" جبکہ علم حصولی، علم عطائی ہی کا دوسرا نام ہے۔سبحان اللہ مناظر ہوں تو ایسے

ہوں اس قسم کے ایک دو اور بھی مناظر اپنی جماعت کیلئے مزید وقف ہو جائیں تو ہمیں جواب دینے کی زحمت نہیں اٹھانا پڑے گی، اپنا بیڑا غرق کرنے کیلئے وہ خود ہی کافی رہیں گے۔

اعتراض = حضرت جبرائیل جو فرشتوں کے سردار ہیں وہ بھی ہرگز عالم غیب نہیں دلیل سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا (ملخصاً) (کتابچہ صفحہ نمبر ۷)

قلع قمع = اب تو یقین سے کہنا پڑے گا کہ معترض کا توازن واقعی ٹھکانے نہیں ہے کیونکہ دعویٰ تو کیا ہے یہ کہ "ہرگز عالم غیب نہیں ہیں" پھر جو آیت پڑھی ہے وہ دلیل ہے اثبات کی لا نافیہ کے بعد الا ہے جسکا مفاد یک گونہ ثبوت ہے جیسے لا الہ الا اللّٰہ میں۔ پھر اسکا ترجمہ بھی خود اسطرح کیا ہے "فرشتوں نے عرض کیا کہ تو پاک ہے ہم کو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہم کو سکھایا ہے اس کے علاوہ ہم کو کوئی علم نہیں ہے" (کتابچہ صفحہ ۷) جو ذاتی عطائی کی تقسیم میں نہایت درجہ واضح اور ہماری ہی دلیل ہے جسے معترض نے خوش فہمی سے اپنی دلیل تصور کرلیا ہے۔ پھر "سیکھایا" کے لفظ سے جو ادب کا زور ظاہر ہو رہا ہے وہ بھی کچھ مخفی نہیں

اعتراض = "اگر فرشتوں کو غیب ہوتا تو بوقت بچھڑا ذبح خلیل الرحمٰن کو منع کر دیتے کہ ہم تو ظاہری انسان ہیں باطنی طور پر فرشتے ہیں" (کتابچہ صفحہ نمبر ۸۔۹)

قلع قمع = یہ بھی معترض کی جہالت و نادانی کی ایک اور مثال ہے کیونکہ اسکا دعویٰ تھا عدم علم غیب کے اثبات کا اور اسکی دلیل میں اس نے پیش کیا "بچھڑا کے ذبح" کو جو امر محسوس تھا جسے وہ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما رہے تھے۔ نیز منع نہ کرنے کا معنیٰ وہ کرتا ہے علم

غیب نہ ہونا نہ معلوم یہ ملازمہ کس آیت یا کس حدیث میں مذکور ہے۔ پھر ''علم غیب ہوتا'' کو وہ ''غیب ہوتا'' لکھ گیا ہے یعنی نفی مطلوب کو اثبات ممنوع میں بدل دیا ہے جو اسکی حواس باختگی کی دلیل ہے۔

اعتراض= ''اگر خلیل الرحمٰن کو غیب ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں انسان نہیں تو بچھڑا بھون کر نہ لاتے'' (کتابچہ صفحہ ۹)

قلع قمع= اسمیں معترض نے ہیرا پھیری سے کام لیکر سلب منصب کا ارتکاب کیا ہے چنانچہ دلیل تو اس نے یہ پیش کرنی تھی کہ بچھڑا ذبح کر کے اسے بھون کر لانا معاذ اللہ حضرت خلیل علیہ السلام کی لاعلمی کی بناء پر تھا جبکہ اسے اگر مگر کے چکر سے اس نے ڈال دیا ہے اپنے خصم پر۔ جبکہ اس سے نکالا ہوا اسکا یہ نتیجہ بھی اس کی مخصوص ذہنیت کی پیداوار ہے۔ جبکہ شبہات کی حیثیت دلائل کی نہیں ہوتی ورنہ جن بد باطنوں کو خود وجود باری جلّ مجدہ میں بھی شک ہے انہیں بھی درخور اعتناء سمجھا جائے کیا یہ ممکن نہیں کہ حضرت خلیل علیہ السلام جو وصف مہمان نوازی میں ضرب المثل تھے اور بعض روایات کے پیش نظر مہمان کے بغیر کھانا بھی تناول نہیں فرماتے تھے، اپنے شوق مہمان نوازی کے باعث انہوں نے توجہ نہ فرمائی ہو جبکہ عدم توجہ عدم علم کو مستلزم نہیں (ومن ادعی فعلیہ البیان) یہاں بھی معترض ''علم غیب تا'' تو ''غیب ہوتا'' لکھ گیا ہے جو اسکے حواس باختگی میں اپنی مثال آپ ہونے کی ایک اور بیّن دلیل ہے۔

نیز معترض نے اس عبارت میں نیز اس سے قبل منقولہ عبارت میں بھی یہ مان لیا

ہے کہ فرشتے لباس بشری میں آئے تھے جیسا کہ اسکے الفاظ ظاہری اور باطنی سے خوب ظاہر ہے۔ اسے محفوظ فرمالیں جو اسکے ایک اور شر انگیز پمفلٹ ''آنحضرت ﷺ نور یا بشر؟ کے جواب کے لیئے بہت کام دے گا۔

اعتراض= فیصلہ کا عنوان دیکر معترض نے لکھا ہے۔ فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں فیصلہ سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان بھی مدنظر رکھنا۔ اماں جی فرماتی ہیں کہ جو یہ کہے کہ نبی اکرم ﷺ غیب جانتے ہیں وہ جھوٹا ہے کیونکہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (بخاری شریف کتاب التوحید) ملاحظہ ہو (کتابچہ صفحہ ۶۱)

قلع قمع= ہم نے معترض کے دعویٰ اور جملہ نام نہاد دلائل کو بغور پڑھ لیا ہے جس کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں اور ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ وہ تا حال اپنے اس دعوی کے اثبات میں سخت عاجز و نا کام ہے اور ابھی تک اس نے کوئی ایک بھی ایسی واضح آیت پیش نہیں کی جس میں یہ فرمایا گیا ہو کہ اللہ نے اپنے حبیب کو غیب کا علم عطا نہیں فرمایا اور نہ ہی وہ ایسی کوئی صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کر سکا ہے۔ رہی اسکی اب پیش کردہ یہ روایت؟ تو اولاً اصولی طور پر یہ اسکی دلیل نہیں کیونکہ اسکا دعویٰ ہے صرف اور صرف قرآن یا حدیث نبوی۔ پس یہ روایت اسکے حسب اصول نہ تو اطیعوا اللہ کی مد میں آتی ہے اور نہ ہی اطیعوا الرّسول کے زمرہ میں آتی ہے۔ یہ حضرت صدیقہ سے منسوب ایک قول ہے جبکہ کسی کا قول غیر مقلد مذہب میں حجت نہیں لہٰذا جو چیز خود اس کے نزدیک حجت نہیں اسے زبردستی دلیل بنا کر ہم پر پیش کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

ثانیاً= یہ روایت صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر نیز دیگر کئی کتب میں بھی ہے جس کے الفاظ کہیں پر کچھ ہیں اور کہیں پر کچھ۔ پس یہ معترض کی ذمہ داری ہے کہ وہ اصول روایت کے پیش نظر پہلے یہ متعین کرے کہ اسکے ثابت شدہ اصل الفاظ کیا ہیں تا کہ ہم دیکھ سکیں کہ اسے اسکے دعویٰ سے کتنی مطابقت ہے

ثالثاً= معترض نے اسکے ترجمہ میں ملاوٹ کی اور رنگ آمیزی سے کام لیا ہے چنانچہ اس سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اس نے جو یہ لکھا ہے'' کیونکہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا'' وہ عبارت کیا ہے جسکا یہ ترجمہ ہے۔ اصل عبارت پیش کر کے اسے ثابت کرے ہم اسے اسکا منہ مانگا دیں گے۔

رابعاً= اس روایت کے لئے معترض نے بخاری شریف کتاب التوحید کا حوالہ دیا ہے جبکہ اسمیں ایک آیت ان لفظوں میں لکھی ہے۔'' وھو یقول لا یعلم الغیب الا اللّٰہ '' ملاحظہ ہو بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۹۸ بتایا جائے یہ آیت قرآن مجید کے کس پارہ کی کس سورت کی کس آیت میں ہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو آیت بھی قرآن میں ہونی چاہئے۔ اور اگر ان لفظوں کی کوئی آیت قرآن میں نہیں ہے تو روایت کی کیا کیفیت بنے گی؟ یہ بتانا معترض ہی کی ذمہ داری ہے۔ اسکے بغیر ہم قطعاً اسکے جوابدہ نہیں ہیں۔

معترض نے پورے رسالہ میں حضرت ام المومنین کی تعریف نہیں کی جبکہ یہاں اس نے آپکو'' اماں جی'' لکھا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ضرورت نہ ہوتو ان لوگوں کا انداز اور ہوتا ہے اور وقت ضرورت زاویہ نظر اور ہو جاتا ہے۔

اس مقام پر معترض کو یہ بھی بتانا پڑے گا کہ جو حضور سیّد عالم ﷺ کے بارے میں یہ لکھے کہ "علم غیب جاننا جو یہاں پر مذکور ہے یہ جزوی علم غیب ہے جو بدوں اطلاع دینے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہوتا ہے۔اھ بلفظہ یا یہ لکھے "اور وہ علم غیب پر بخیل نہیں"۔ اھ بلفظہ۔

اس پر بھی حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فتویٰ عائد ہوگا یا نہیں؟

اور انکے اس فتویٰ کی رو سے وہ بھی جھوٹا ہوگا یا نہیں؟ ہوگا تو کس نمبر کا ہوگا؟

اور جو اسے جھوٹا ماننے کی بجائے پیشوا مانے وہ بھی جھوٹا ہوگا یا نہیں؟۔۔۔۔

ضرورت پڑنے پر ہم یہ بھی حسب شرائط بتائیں گے کہ یہ لکھنے والا کون ہے؟

یوں نہ دوڑیں برچھی تان کر　　　اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

باب دھم

معترض کے آخری اقدام کا قلع قمع

اعتراض = تمام اہل بدعت ملاؤں اور ان کے حواریوں کو اس بات کا چیلنج ہے کہ وہ قرآن پاک کے تیس پاروں (114 سورتوں 6263 آیات 32,12,670 حروف) میں سے ایک ایسی آیات دکھادیں جس میں آنحضرت ﷺ نے اپنے متعلق یہ کہا ہو اعلم الغیب کہ میں غیب جانتا ہوں۔ (کتابچہ ۶۲)

قلع قمع = اسمیں بھی معترض نے عیاری سے کام لے کر سلب منصب کیا ہے یعنی جس امر کا ثابت کرنا اسکی ذمہ داری تھی جسکے لیے اس نے رسالہ کی شکل میں یہ سب پاپڑ بیلے اس نے پھرتی کے ساتھ اپنے خصم پر ڈال کر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک دی ہے۔

اگر اثبات مدعا کا یہی طریق کار اور یہی معیار ہے تو ہمارا اہل تنقیص کے تمام پنڈتوں اور انکے جملہ اذناب اور دم چھلوں کو اس بات کا چیلنج ہے کہ وہ اپنی بیان کردہ اس تفصیل کے مطابق کوئی ایسی آیت تلاش کر کے لائیں جس میں صراحت کے ساتھ یہ فرمایا گیا ہو" مااعطینا نبینا محمداً ﷺ من علم الغیب شیئاً" یا آپ سے کہلوایا گیا ہو کہ "ما اعطانی الله ربی من علم الغیب شیئاً"

نیز اگر کوئی سرپھرا معترض سے یہ مطالبہ کردے کہ وہ اپنا یا اپنے آباء میں سے کسی کا نکاح مقررہ لفظوں کے ساتھ بتصریح نام وولدیت وقومیت وغیرہ دکھائے تو وہ اسکی تسلی کیسے کرائے گا؟

جاہل معترض نے آیت کو "ایک ایسی آیات" لکھا ہے۔ نیز قرآن مجید کے

پاروں وغیرھا کی جو تقسیم اس نے کی ہے وہ اسکے اپنے اصول کے مطابق بدعت سیئہ ہے مگر یہاں اسے یکسر بھول کر سب کچھ گوارا کر لیا ہے ولنعم ما قیل۔۔۔

کہتے ہیں بدعت ہوتے ہیں شامل بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے؟

معترض کے ایک عجیب طریق واردات کا قلع قمع =

معترض نے عوام کو دھوکہ دینے کی غرض سے ہمارے دعوت اسلامی کے مجاہدین والی بولی بولتے ہوئے انکے محبوب طریق گفتگو کو بھی اپنایا ہے تاکہ کچھ لوگ اسے اپنا سمجھ کر اسکے دام تزویر میں آجائیں (چنانچہ صفحہ ۵۱۔۵۳۔۶۰) پر اس نے لکھا ہے۔" اسلامی بھائیو" نیز" میرے اسلامی بھائیو"۔ نیز میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو۔ جو اسکی سخت تلبیس ہے مگر اسے کچھ مفید نہیں جسکا کالا منہ اور نیلے پیرَ ہوں اس پر ہیرے جواہرات کیا اچھے لگیں گے۔ نیز گستاخیوں کے ثابت ہو جانے کے بعد اسکی حیثیت ٹھگ کی ہونا متعین ہے جو اسے" عیاں راچہ بیاں" کا صحیح مصداق بنا کر رکھ دیتی ہے پس اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے لفظوں میں۔

وہابی گرچہ اخفا میکند بغض نبی لیکن نہاں کے ماند آں رازے کز و سازند محفلہا

معترض کا اگلا پروگرام = معترض نے اپنا اگلا پروگرام واضح کرتے ہوئے لکھا ہے۔' عنقریب علم غیب اور انبیاء کرام کے عنوان پر کتابچہ شائع کیا جائیگا (اسکا کتابچہ ہٰذا صفحہ۹)۔

ہمارا اِعلام = اسکا مطلب یہ ہوا کہ ابھی گستاخی سے اسکا پیٹ بھرا نہیں ہے ہم بھی بتائے دیتے ہیں کہ اسکے پیدا ہونے والے اس کتابچہ کی طبیعت بنانے کیلئے بفضلہٖ تعالیٰ ہم بھی ابھی سے تیار بیٹھے ہیں جسکے متعلق ہم پیشگی عرض کئے دیتے ہیں کہ معترض ادھر اُدھر کی ہانک کر پیش نظر کتابچہ کی طرح اپنے زیر قصد کتابچہ کی ورق سیاہی تو کر سکتا ہے

مگر ہمارے موقف کی نفی اور اپنے دعویٰ کے ثبوت کی کوئی ایک بھی صحیح اور معیاری دلیل پیش نہیں کر سکتا بے شک طبع آزمائی کر کے دیکھ لے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ شمشیر اس سے　　یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ہم امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موقع ہذا سے گہری مناسبت رکھنے والے حسب ذیل برجستہ بابرکت و پرہیبت الفاظ سے استبراک کرتے ہوئے اپنے اس رسالہ کو پایۂ اختتام تک پہنچاتے ہیں

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار　　اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

والحمد للّٰہ رب العٰلمین والصّلٰوۃ والسّلام علیٰ سید العٰلمین محمد
وآلہٖ وصحبہٖ وتبعہٖ وعلینا معھم اجمعین فقط
تم الجزء الاوّل بفضل اللّٰہ عزّوجلّ
وبرکۃ رسولہٖ افضل الکل
علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلٰوۃ والسلام الیٰ یوم القیام